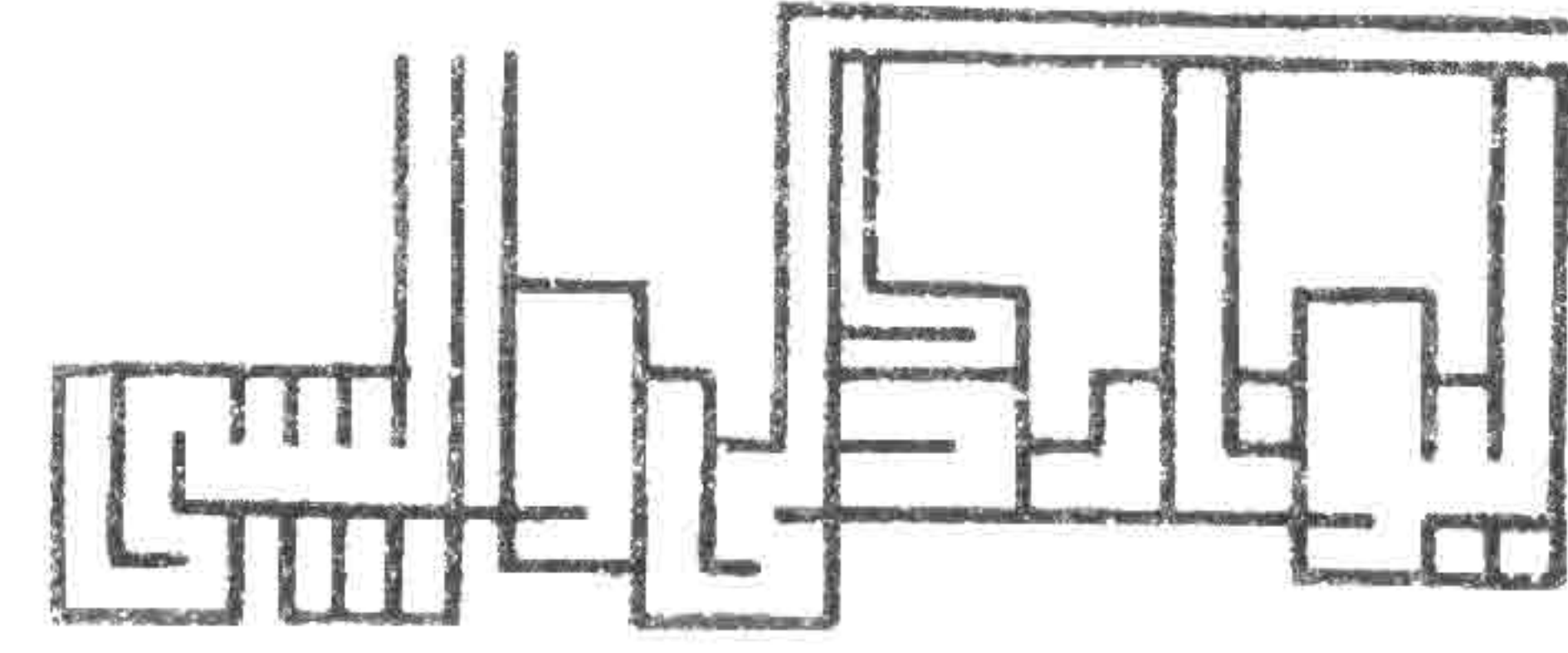


اپنے صفے



آپ کے محبوب اور ہمدرد عزیز مصنف
ابنِ صنف کی مقبول عکاسی تحریر
جو کہ بھی مکتوب نہیں سکتی۔ ابنِ صنف
کی جیسا سوسی ڈنیا کا ایک مکتبہ سناؤ



کیپٹن حمید دم سادھ کر چٹ لٹ گیا

چھت بالکل سپاٹ تھی۔ اگر وہ اتنی احتیاط سے کام نہ لیتا تو بچے سے اُس کا دیکھ لیا جانا یقینی تھا۔ رات تاریک ضرور تھی، لیکن مطلع گرد آلود نہیں تھا۔ اس لیے دُور سے بھی دیکھ لیے جانے کے امکانات تھے۔ وہ چند لمحے اسی طرح چپ چاپ پڑا رہا۔ پھر پٹ لٹ کر بیسنے کے بل کھسکنے لگا۔ چھت کے کنارے پہنچ کر اُس نے بچے نظر ڈالی۔ صحن تاریک پڑا تھا۔ لیکن پھر بھی فرش دکھائی دے رہا تھا۔ چھت صحن کے فرش سے دس فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ بہر حال اُسے فرش تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی اور پھر اُس کے قدم ایک کمرے کی طرف اٹھنے لگے جس کی کھڑکیوں کے شیشوں سے گہری نیلی روخنی نظر آرہی تھی۔ حمید ایک پل کے لیے کمرے کے سامنے ٹک کر کچھ سوچتا رہا پھر دروازے پر ہاتھ رکھا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اُس نے یہ آہستگی دروازہ کھولا اور بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ گہری نیلی روشنی میں اس کا چہرہ بڑا بھیاٹک لگ رہا تھا۔ گھنی سیاہ داڑھی اور داڑھی پر کسی مکان کے سائبان کی طرح بھکی ہوئی مونچھیں۔ لباس بھی امریکی وضع کے اوباشوں کا سا تھا۔ اُس نے چاروں طرف دیکھ کر ایک طویل سانس لی۔ سامنے سہری پر ایک نوجوان لڑکی سو رہی تھی۔ حمید بھر دروازے کی طرف بڑھا اور چٹنی چڑھا دی۔ پھر جیب سے ریو اور نکال کر اپنے ہاتھ میں لیا اور بائیں ہاتھ سے لڑکی کو جھجھوڑ کر جگانے لگا۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔ ساتھ ہی حمید کی آنکلی ہونٹوں سے جا لگی اور ریو اور کا رخ لڑکی کی طرف ہو گیا۔ لڑکی کی آنکھیں پٹی ہوئی تھیں اور چہرے پر کچھ ایسے آثار نظر آنے لگے تھے جیسے وہ کسی لاش کا چہرہ ہو۔

"یہ ریو اور بے آواز ہے۔ اس لیے شور و غل پسند نہیں کرتا۔
حمید آہستہ سے بولا۔

لڑکی کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔

"تمہیں اس مکان میں کس نے ٹھہرایا ہے؟ حمید نے پوچھا۔

اس کے لمبے سے سفاکی مترشح ہو رہی تھی۔

اچانک لڑکی سمجھ کر بیٹھ گئی اور اب اس کی پکیں بھی چھکنے لگی تھیں۔

"تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" لڑکی نے دلیر بننے کی

کوشش کی۔

"میرے سال کا جواب دو؟"

"اور اگر میں نہ دوں تو؟"

"تب میں ریو اور جیب میں ڈال کر اُس وقت تک تمہارا گلا گھونٹتا رہوں گا جب تک کہ تم میرے سوال کا جواب دینے پر آمادہ نہ ہو؟"

"تم صرف اسی لیے یہاں آئے ہو؟ لڑکی نے بے پروائی سے پوچھا۔

"ہاں۔ وقت ضائع نہ کرو۔"

"لیکن تم کیوں یہ جاننا چاہتے ہو؟"

"میں صرف اس لیے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون جیالا ہے؟ جس نے یہ مکان کرائے پر حاصل کیا ہے۔ یہ مکان کبھی آباد نہیں رہتا۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھتی؟"

"مطلب یہ کہ ہم نہیں چاہتے کہ یہ مکان کبھی آباد رہے۔"

"میں سمجھتی۔ لڑکی کے ہونٹوں پر خفیت کی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"کیا سمجھیں؟"

"یہی کہ یہ مکان کسی غیر قانونی حرکت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔"

"لڑکی! بکواس بند کرو! میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں۔ اس کا جواب دو۔"

لڑکی چند لمحے خاموشی سے اُسے گھورتی رہی پھر بولی۔

"مکمل سرائے رسانی کے آفیسر کیپٹن حمید کو جانتے ہو؟"

"کیوں؟" وہ چونک پڑا۔

"اسی نے میرے لیے یہ مکان کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

"تم جھوٹی ہو؟"

"میں بالکل صحیح کہہ رہی ہوں۔ اب تم چپ چاپ

یہاں سے کھسک جاؤ۔ ان لوگوں کو تم اچھی طرح جانتے ہو گے؟"

"دشٹ! آپ! تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتی۔ میں نے

اس سلسلے میں کسی سٹراٹسم کا نام سنا ہے۔ مجھے بتاؤ۔ وہ اسم کون

ہے اور کہاں رہتا ہے؟"

"اسم۔۔۔ ہاں۔۔۔ مکان اسی نام سے حاصل کیا گیا ہے

لیکن وہ کیپٹن حمید ہے اور غالباً تم اچھی طرح جانتے ہو گے کہ

وہ کرائل فریڈی کی کوٹھی میں رہتا ہے۔"

میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ حمید نے ایک طویل سانس لی

اور گری کھینچ کر بیٹھ گیا۔ دُوسرے ہی لمحے میں وہ اپنے چہرے

سے مصنوعی داڑھی الگ کر رہا تھا۔

اور پھر لڑکی کی ظاہری حالت میں ایک زبردست تغیر واقع

ہوا۔ اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا اور چہرے پر ہوائیاں اُڑنے

فہم تھیں۔
 ”اب بتاؤ، حمید اُسے گھڑتا ہوا بولا۔ ”کرنل فریدی پر
 کس نے گولی چلائی تھی؟“
 لڑکی کچھ نہ بولی۔
 حمید کہتا رہا: ”تم نے مجھے پہلے یہ نہیں بتایا تھا کہ اسلم ہی
 کیپٹن حمید ہے اور اب۔۔۔ اب تو تمہاری گردن پوری طرح
 میری گرفت میں آگئی ہے۔ تم ابھی اور اسی وقت مجھے بتا دو گی
 کہ فریدی پر کس نے گولی چلائی تھی؟“
 ”میں نہیں جانتی۔“
 ”بکواس۔! باتیں بتانا بڑے کا۔ جب تم اسلم کو کیپٹن
 حمید کی حیثیت سے جان سکتی ہو تو تمہیں اس کا بھی علم ہو گا؟“
 ”میں نہیں جانتی۔“ آپ کا جودل چاہے کیجیے؟
 ”میرا دل حمید اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔
 لڑکی اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔
 ”سچی بات تو یہ ہے کہ“ حمید نے ایک ٹھنڈی سانس
 لے کر کہا۔ ”مجھے اس معاملے سے دلچسپی نہیں۔ میں تو کسی طرح تم
 پر اپنی گرفت مضبوط کرنا چاہتا ہوں؟“
 ”کیوں؟“
 ”مجھے تم سے۔۔۔“ حمید نے جملہ پورا کرنے سے پہلے ہی
 خرابا کر رکھا تھا۔
 لڑکی کچھ نہ بولی۔ حمید اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔
 ”مجھے تم سے۔۔۔ کیا؟“ لڑکی تھوڑی دیر بعد استفہامیہ
 انداز میں بولی۔
 ”نہیں بتاتا“ حمید دانتوں میں انگلی دباکر ہنسنے لگا۔
 ”میں سمجھتی ہوں“ لڑکی مسکرائی۔ ”تم نہ کہو! مگر میرے دل؟“
 اس نے بھی جملہ نہیں پورا کیا۔
 ”ہاٹے تمہارے دل میں بھی۔۔۔ تب تو میں بڑا اُلوکا چٹھا ہوں۔“
 لڑکی اُسے سوالیہ انداز میں دیکھتی رہی۔
 ”مجھے افسوس ہے کہ میں نے غواخواہ تمہیں پریشان کیا۔“
 حمید بولا۔
 ”میں جانتی ہوں کہ تم کیپٹن حمید ہو۔ میں نے اس واقعے
 سے پہلے بھی تمہیں اکثر چھپ چھپ کر دیکھا ہے۔ مگر تم بہت بڑے
 آدمی ہو۔“
 ”مگر سوال تو یہ ہے کہ تم نے مجھے تو کیا کیوں نہیں؟ تم نے
 کہا کیوں نہیں کہ تم اسلم نہیں بلکہ حمید ہو۔“

”اگر میں یہ کہہ دیتی کہ تم مجھ سے دُور ہو جاتے۔ میں تو چاہتی تھی کہ تم مجھ پر خیر کرتے رہو۔ اسی صورت میں تم مجھ سے قریب رہ سکتے تھے۔ میں تمہیں بہت دنوں سے جانتی ہوں۔“

”تو کرنل فریدی پر حملہ میرے لیے ایک خوشگوار واقعہ ثابت ہوا۔۔۔ ہا۔۔۔ میں خوش ہوں۔“

”یہ نہ کہو۔“ لڑکی بولی۔ ”مجھے بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں۔ میرے فلیٹ سے کسی نے تمہارے جیٹ پر گولی چلائی تھی۔ میں خود کہتی ہوں کہ گولی میرے فلیٹ سے چلائی گئی تھی۔ مجھے اس کا بھی اعتقاد ہے کہ منسل خانے میں ایک خالی کالوس ہلاتھا لیکن میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں سے آیا تھا؟ اس سے پہلے میں نے کبھی کارٹوس کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔ اسی بنا پر کہہ سکتی ہوں کہ گولی میرے فلیٹ ہی سے چلائی گئی تھی۔ لیکن میں مجرم کے وجود سے ناواقف ہوں۔ بہت دنوں تک پولیس پریشان کرتی رہی پھر تم ہمدرد بن کر آئے اور مجھے اس فلیٹ سے اس مکان میں منتقل کر دیا۔“

”اور اب تم ہمیشہ سے یہی رہو گی۔“

”مگر پولیس تو اب بھی میری تلاش میں ہو گی۔“

”ہوا کرے! جب تک میرے دُم میں دُم ہے۔ تمہارا کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔“

”نہیں میں اسے درست نہیں سمجھتی۔“

”کیوں؟“

”اس طرح میرے خلاف شبہات اور زیادہ مستحکم ہو جائیں گے اور پھر اس روپوشی کی بنا پر میرا نقصان بھی ہو رہا ہے۔ میری ملاوت تو گئی ہی سمجھو۔“

”تم شاید ٹیلیفون اکیس چینیج میں تھیں؟“

”ہاں۔“

”نکرونہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”لیکن اس وقت تم اس ہیئت میں کیوں آئے تھے؟“

”محض یہ معلوم کرنے کے لیے کہ تم میری شخصیت سے حقیقتاً واقف ہو یا نہیں؟“

”میں سمجھی۔ اگر میں تمہاری شخصیت سے واقف ہوں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں مجرم سے ملی ہوئی ہوں۔“

”بالکل یہی خیال تھا میرا۔ مگر اب حقیقت مجھ پر واضح ہو گئی اور میں شرمندہ ہوں۔“

”وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر میری پوزیشن پولیس کی نظر میں کیا ہو گی؟“

”میں اس کیس کا انچارج ہوں۔“ حمید بیسنے پر ہاتھ مار کر

بولا۔ "کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں نے تمہیں مغرور قرار دیا ہو گا۔ ہرگز نہیں
 اور کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تمہاری ملازمت ختم ہو گئی ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ میں
 نے تمہارے لیے ایک ماہ کی رخصت میڈیکل گراڈنٹ پر حاصل کر لی ہے۔
 "سج" لڑکی پر مسرت لہجے میں جیجی۔
 "کیا تمہیں یقین نہیں آیا؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔
 "یقین تو ہے۔ مگر آخر تم نے میرے لیے اتنی دُور دُری کیوں
 مملی؟"
 "یہ نہ پوچھو۔ ورنہ میں پھر اپنا وہی پہلا سوال دُہراؤں گا۔"
 لڑکی کچھ نہ بولی۔
 حمید بھی کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "اچھا اب تم آرام کرو۔
 اب تم قطعی آزاد ہو لیکن وضع رہے کہ تم پچھلے ایک ہفتے سے بیمار
 ہو اور مزید تین ہفتے بیمار رہنے کے بعد اپنے کام پر جاؤ گی۔ وہ
 فلیٹ ویسے بھی تمہارے لیے موزوں نہیں تھا۔ اس مکان میں آرام
 سے رہو گی۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ آج چھا۔۔۔ اب آرام کرو۔"
 "اب کب ملو گے؟" لڑکی لگاؤ کے انداز میں بولی۔
 "آہ۔۔۔ میرا دل تو چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے کوٹ کے کاریں
 لگاؤں اور تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو۔ مگر خیر۔ کل شام آر لیکھنوی گزریں
 گے۔ وغیرہ وغیرہ۔"
 تھوڑی دیر بعد حمید پھر سڑک پر تھا لیکن اب وہ چھپتا چھپاتا
 ہوا نہیں چل رہا تھا۔ دوسری سڑک پر پہنچنے کے لیے اُسے ایک
 مختصر سی گلی پار کرنی پڑی۔ کیڈی لاک اب بھی وہیں کھڑی تھی جہاں وہ
 اُسے چھوڑ کر گیا تھا۔
 "اب مجھے کسی خیراتی اسپتال میں پہنچا دیجیے۔"
 یقیناً اُس نے کسی دوسرے کو مخاطب کیا تھا لیکن دوسری
 طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ حمید نے جھک کر کیڈی کے اندر دیکھا مگر
 اُسے انگریسیٹ پر فریدی نظر نہیں آیا حالانکہ وہ اُسے سٹینڈنگ کے پیچھے
 بیٹھا ہوا چھوڑ گیا تھا۔
 اس وقت جو کچھ بھی ہوا تھا۔ فریدی کے ایماء پر
 ایک ہفتے قبل جب فریدی ایک تقریب میں شرکت کی غرض سے
 بائرا سٹریٹ کی ایک عمارت میں موجود تھا کسی نے اُس پر نافر کیا۔
 گولی سامنے والی عمارت کی ایک کھڑکی سے چلائی گئی تھی۔ فریدی بال
 بال بچا۔ صرف ایک بانشت کے فرق نے اس کی جان بچائی ورنہ
 گولی کھڑکی کی چوکھٹ کے بجائے اس کی پیشانی پر پڑتی جس فلیٹ سے
 گولی چلائی گئی تھی، اس میں ایک عیسائی لڑکی مس گلوریا مقیم تھی لیکن
 اس نے واقعے سے لاعلم ظاہر کی۔ دل سے اس نے یہ مزدور تباہ کر

اس نے کچھ دیر قبل فارسی آواز سنی تھی۔ فلیٹ کی تلاشی لینے پر غسل خانے میں ایک خالی کارتوس بلا، جو کچھ ہی دیر قبل خالی کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود بھی لڑکی یہی کہتی رہی کہ وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ اس نے فارسی آواز بھی سنی تھی اور آواز قریب ہی کی معلوم ہوتی تھی لیکن اُس نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی کیونکہ پڑوس کے بچے اکثر نقلی ریلو لوروں سے کھیلنے رہتے تھے۔ پولیس تو اُسے حراست میں لینا چاہتی تھی لیکن فریدی نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ ویسے دن بھر پولیس اُسے پریشان کرتی رہی۔ پھر شام کو حمید اسلم کے نام سے اُس کے پاس پہنچا۔ اس سے بہرہ رومی ظاہر کی اور بتایا کہ وہ اسے بہت عرصے سے جانتا ہے اور صحیح معنوں میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ لڑکی جزیلا پریشان معلوم ہوتی تھی، بے چوں و چرا اس کے ساتھ ایک دوسرے مکان میں منتقل ہو گئی۔ حمید اس کے بعد بھی اسے برابر ملتا رہا۔ مگر کپٹن حمید کی حیثیت سے نہیں اور آج اس وقت اس نے یہ سب فریدی ہی کے کہنے پر کیا تھا۔ فریدی یہاں تک اس کے ساتھ آیا تھا اور اسکیم کے مطابق اسی طرح اُسے حمید کی واپسی کا منظر رہنا تھا۔ مگر کیڑی لاک خالی تھی۔ حمید نے جیب سے نارنج نکالی لیکن نارنج روشن کرتے ہی گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اگلی نشست کی پشت گاہ میں ایک خنجر دُستے تک بیوست تھا۔ سیٹ پر کئی جگہ خون کے چھوٹے چھوٹے دھبے نظر آرہے تھے اور کچھ ایسے نشانات بھی دکھائی دیے جن سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ گاڑی کے اندر دو یا دو سے زیادہ آدمیوں میں کشمکش ہو چکی ہے۔ مگر۔۔۔! حمید اُلجھن میں پڑ گیا۔ دو جھگڑنے والوں میں ایک یقیناً بہت اطمینان سے رخصت ہوا تھا اور نہ حمید کو کار کا دروازہ بند نہ ملتا۔ نارنج کی روشنی کار کے قُرب وجوار کی زمین پر رینگنے لگی۔ لیکن یہاں حمید کو کسی قسم کے بھی نشانات نہیں مل سکے حتیٰ کہ یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ باہر نکلنے کے لیے کون سا دروازہ استعمال کیا گیا ہوگا؟ خون کے دھبے بھی سیٹ کے علاوہ اور کہیں نہیں ملے۔ بڑی عجیب بات تھی۔ آخر فریدی کہاں گیا؟ کیا اس کے نامعلوم دشمن اسے پکڑ کر لے گئے؟ لیکن خنجر کی موجودگی اس خیال کی تازید کر رہی تھی، جو لوگ قاتلانہ حملہ کر سکتے ہیں، انہیں اس کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کو پکڑ کر لے جائیں؟ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ حملہ آورا اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ وہ کافی دیر تک کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ سوال یہ تھا کہ وہاں ٹھہرے یا چلا جائے؟

فریدی کے لیے تشویش اپنی جگہ پر لیکن وقت کا تقاضا بھی کوئی چیز ہے اور ہر اگر کار کا دروازہ بند کرنے والا فریدی ہی تھا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ کافی اطمینان کے ساتھ یہاں سے گیا ہے۔ اگر وہ حملہ آوروں کو بھگا دینے کے بعد یہاں سے رخصت ہوا ہے تو حمید کا اس کے انتظار میں یہاں رکن حاکمیت ہی تھی اور اگر حملہ آور اُسے پکڑ لے گئے ہیں تو کار کا دروازہ بند کرنا نفسیاتی نقطہ نظر سے ناقابل یقین ہو جاتا ہے۔ بہر حال حمید نے یہ فیصلہ کیا کہ فریدی محفوظ ہے۔ رہ گیا اس طرح غائب ہو جاتا تو یہ فریدی کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وقت پر اُسے جو کچھ بھی ہو جاتا جاتی کر گزرتا تھا۔ حمید کیڈی میں بیٹھ گیا لیکن پھر خیال آیا کہ وہ غلطی کر رہا ہے۔ کیوں نہ کیڈی کو ان تمام نشانات سمیت یہیں چھوڑ دے غرن کے دھبے تو بہر حال محفوظ تھے کیونکہ وہ پہلے ہی خشک ہو چکے تھے۔ وہ چپ چاپ کیڈی سے اُتر آیا اور اس کا ایک دروازہ کھلا چھوڑ کر پیدل چل پڑا۔ آج کی مہم خوشگوار بھی ثابت ہوئی تھی اور ناخوشگوار بھی۔

گلواریا کے متعلق وہ سوچ رہا تھا کہ حقیقتاً وہ فریدی پر گولی چلانے والے سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رکھتی ہے، ورنہ وہ اسی وقت اُسے ٹرک دیتی جب اُس نے اپنا نام اسلم بتایا تھا اور پھر اس کے بعد بھی وہ اُسے لٹی رہی تھی اور اس دوران اُس نے کبھی یہ نہیں ظاہر ہونے دیا تھا کہ وہ اس کی اہلیت سے واقف ہے۔

حمید کو توقع تھی کہ گھر پر فریدی سے ضرور ملاقات ہوگی، لیکن وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ حمید خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دو بج چکے تھے اور ذہن نیند سے بوجھل ہو رہا تھا پھر اُسے پتا نہیں کہ وہ کب سو گیا اور ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ سوچنے لگا کہ آخر آنکھ کھلی ہی کیوں؟ اُس نے میڈر پر رکھے ہونے والے ٹائم پیس کی طرف دیکھا۔ سواتین بجے تھے اور پھر اچانک آنکھ کھلنے کی وجہ اس کی سمجھ میں آگئی۔ کوئی اس کے کمرے کا دروازہ پیٹ رہا تھا۔ حمید جھٹکا اُٹھ بیٹھا لیکن وہ سوچنے لگا کہ یہ فریدی نہیں ہو سکتا کیونکہ فریدی ایسے موقع پر اس کے کمرے میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کے بزر سے کام لیا کرتا تھا۔ نوکروں میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس بد تمیزی سے اس کے کمرے کا دروازہ پیٹ سکتے۔ اس نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں دروازہ کھولا۔ کو توئی انچارج انسپکٹر جگدیش کھڑا پلکیں جھپک رہا تھا۔

”تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟“ حمید چیخ کر بولا۔ آخر

تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے؟

”فریدی صاحب کہاں ہیں؟“ جگدیش نے پوچھا۔

”یاد تم آدمی ہوا؟“

”حمید صاحب آپ حالات کی نزاکت سے واقف نہیں ہیں؟“

”کیا مطلب؟“

”شرماروڈ پر دو بجے ایک کانٹیل کو فریدی صاحب کی گاڑی ملی ہے جس کی اگلی سیٹ پر ایک خنجر پیوست ہے اور خون کے کئی دھبے۔“

”تم نے اس قسم کا کوئی کانٹیل خواب میں دیکھا ہوگا۔“

”نہیں کیڈی گیاراج میں نہیں ہے اور فریدی صاحب بھی اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔“

”تب تو بات تشویشناک ہے مگر کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ اپنی ہی گاڑی ہے؟“

”آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ابھی طرح چھان بین کرنے کے بعد یہاں آیا ہوں۔“

قصہ مختصر یہ کہ حمید خود کو دل ہی دل میں گالیاں دیتا ہوا جگدیش کے ساتھ شرماروڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بات بڑھ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس سے؟ بہر حال وہ لوگوں کے سوالات کے جوابات گول مول طریقے پر دیتا رہا۔ صبح تک حالات اور کچھ ہو گئے۔ آواز کے روزنامے سے معلوم ہوا کہ فریدی چار دن سے ہنڑی میں نہیں ہے۔ حمید کو اس کا قطعی علم نہیں تھا اور ہوتا بھی کیسے جب کہ فریدی پچھلی رات تک اس کے ساتھ رہا تھا۔ اس نے حمید کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ دفتر کے روزنامے کے مطابق شہر میں موجود نہیں ہے۔ بہر حال اب وہ سوچ رہا تھا کہ پچھلی رات پولیس والوں سے گفتگو کے دوران اُس نے کوئی ایسی بات کہی تھی یا نہیں جس سے روزنامے کی تردید ہو سکتی ہے۔ اُسے یاد نہیں آیا کہ اُس نے کوئی ایسی بات کہی ہو۔ وہ خود ہی اُن سے کھل کر گفتگو نہیں کر رہا تھا۔ شام کے اخبارات کے ہاکروں نے سر پر آسمان اٹھایا۔ آج کی سب سے زیادہ سنسنی خیز خبر فریدی کی گمشدگی ہی تھی۔ قریب قریب سارے ہی اخبارات نے ایک ہفتہ قبل والے حملے کا بھی حوالہ دیا تھا۔ لیکن حمید نے یہ بات ضرور محسوس کی تھی کہ سارے ہی اخبارات نے اس سلسلے میں قیاس آرائیوں سے گریز کیا تھا۔

*

اُسی شام کو حمید گلواریا کے ساتھ آر لکچنوکے ایک فیل کیبن میں بیٹھا جھٹکا رہا تھا۔ جب بے دلی سے کسی تفریح میں حصہ لیا جائے تو اُسے جھٹکا مارتا ہی کہیں گے۔ بے دلی کی وجہ گلواریا ہی تھی۔ وہ حسین مندر تھی مگر دوران گفتگو میں اکثر اس طرح ہونٹ سکورتیتی تھی جیسے جھینک روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کی یہ عادت حمید کی جالیاتی جس کے لیے ہم قاتل ثابت ہوئی تھی۔ عورتوں کے معاملے میں اس کے احساسات لارڈ ہائرن کے عجیب ترین احساسات سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ وہ اسے طوعاً و کرہاً برداشت کر رہا تھا۔ فریدی نے اُسے غلط طور پر ہدایت دی تھی کہ گلواریا پر نظر رکھئے۔

”تم کیا سوچ رہے ہو؟“ گلواریا نے پوچھا۔

”تم نے شام کا کوئی اخبار دیکھا ہے؟“

”میں ہمیشہ صبح کے اخبار دیکھتی ہوں۔“

”پچھلی رات کنٹرول فریدی کی کار شرماروڈ پر پائی گئی ہے۔ اگلی نشست کی پشت گاہ میں ایک خنجر پیوست ملا ہے اور غرن کے دھبے۔“

”اوہ۔۔۔ تو پھر کسی نے حملہ کیا لیکن کنٹرول کہاں ہیں؟“

”کنٹرول“ حمید طویل سانس لے کر بولا۔ ”مجھے تو قہقہے آج شام تک اُن کی لاش کسی ندی یا نالے میں مل جائے۔“

”نہیں“ گلواریا حیرت اور خوف سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

”ہاں! اور اب مجھے بھی اپنی زندگی خطرے میں نظر آ رہی ہے۔“ حمید آہستہ سے بولا۔

”اور تم یہاں اتنے اطمینان سے بیٹھے ہو؟“ گلواریا کے لیے میں حیرت تھی۔

”مُر جانے میں بھی مجھے زیادہ فائدہ نظر آتا ہے۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

”تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ چلو اٹھو۔ میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔“

”کیوں؟“

”یہاں تم پر نہایت آسانی سے حملہ ہو سکتا ہے۔“

”مگر نہ کرو! میں ڈرپوک نہیں ہوں۔“

”پھر تمہارے چہرے پر ہونٹیاں کیوں اُڑ رہی ہیں؟“

”مکھیاں ہوں گی؟“ حمید نے بے پروائی سے کہا۔

”نہیں آج تمہارا رویہ پہلے سے بہت بدلا ہوا ہے۔“

کیا تمہیں اب تک یقین نہیں آیا کہ میں حملہ آور سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔“

”بھئی ختم کرو۔ یہ قصہ! مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔“

”کچھ نہیں میرا مود خراب ہے۔ چلو چلیں۔“ حمید اٹھ گیا۔

*

ٹھیک دس بجے حمید سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ ڈی۔آئی جی کا فون آیا۔ اُس نے اُسے اسی وقت اپنے منگے پر طلب کیا تھا۔ افسران بالا کے سامنے تنہا جانے سے وہ ہمیشہ کتراتا رہتا تھا۔ یوں تو ڈی۔آئی جی سے درجنوں بار مل چکا تھا لیکن فریدی کے ساتھ۔ مگر اب تو اُسے ہر حال میں وہاں پہنچنا تھا۔ اس نے گیراج سے چھوٹی آسن نکالی اور دل ہی دل میں سر بیتا ہوا ڈی۔آئی جی کے منگے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اسے فریدی کے متعلق ڈی۔آئی جی کو بتانا ہی نہ پڑے۔ ویسے فریدی کا آرڈر تھا کہ وہ اس کے مشاغل کے متعلق کبھی کسی کو کچھ نہ بتائے، خواہ پوچھنے والا محکمے کا کوئی بڑا آفسر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ سخت اُلجھن میں تھا۔ فریدی نے دفتر کے روزنامے میں دفتر سے اپنی غیر حاضری تحریر کی تھی جس کا کھلا ہوا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے پچھلے تین دنوں کی کارگزاریوں کو ظاہر نہیں کرتا چاہتا تھا۔ حمید کی اُلجھن بڑھتی رہی اور اس وقت اور زیادہ بڑھ گئی جب کارڈی۔آئی جی کے منگے کی کپڑاؤں میں داخل ہو رہی تھی۔ ڈی۔آئی جی تک پہنچنے کے لیے اسے ”رسمیات“ سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ ایک آدمی باہر اس کا منتظر تھا۔ اس نے اسے ڈرائنگ روم تک پہنچا دیا۔ ڈی۔آئی جی تنہا نہیں تھا۔ محکمے کا سپرنٹنڈنٹ اور دو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بھی موجود تھے۔

”فریدی کا کچھ پتا چلا؟“ ڈی۔آئی جی نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں۔ ابھی تک تو کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔“

”غیر ایک بہت پُرانے کیس کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے میں نے تمیں بلایا ہے۔“

حمید کی اُلجھن رفع ہو گئی۔ بات فریدی سے کسی پُرانے کیس پر مبنی تھی۔

ڈی۔آئی جی چند لمحے اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ لیونارڈ والے کیس میں تم فریدی کے ساتھ ہی تھے نا؟

لیونارڈ کا نام سن کر حمید بے ساختہ چونک پڑا۔

”جی ہاں! میں اس کے ساتھ تھا۔“

”اس کیس سے متعلق کچھ معلومات فراہم کر سکو گے؟“

”معلومات --- جی ہاں --- مگر“

”بات بہت پرانی ہو گئی؟“ ڈی۔ آئی۔ جی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ اس کا موڈ بہت زیادہ خراب معلوم ہو رہا تھا۔

”جی ہاں! اگر ریکارڈ روم سے“

”کیس بلیک نکلا لیا جائے تو --- میں پھر کیا تم سے خاک پوچھوں گا؟“ ڈی۔ آئی۔ جی نے اس کا جملہ پورا کر دیا۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی میز پر گھونسا مار کر بولا۔ ”سب سوتے رہے ہیں۔ لیونارڈ کا کیس بلیک ریکارڈ روم سے غائب ہے۔“

اس اطلاع پر حمید ستائے میں آگیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی چپٹا رہا۔ ”مجھ میں نہیں آتا کہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ پھر اس نے سپرنٹنڈنٹ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ”ریکارڈ گیمپر کے خلاف کارروائی کی گئی؟“

”جواب --- جواب طلب کیا گیا ہے۔“

”جواب طلب کیا گیا ہے۔ اسے اور اس کے عملے کو بست میں ہونا چاہیے تھا مسٹر۔“

سپرنٹنڈنٹ کچھ نہ بولا۔

”ڈی۔ آئی۔ جی پھر حمید کی طرف مڑا اور اس کی رُوح فنا اور بقاء کے مسئلے پر غور کرنے لگی۔“

”تم بتا سکتے ہو کہ لیونارڈ نے بلیک میلنگ کے لیے کون سا راستہ اختیار کیا تھا؟“

”جی ہاں عرض کرتا ہوں“ حمید اپنی پیشانی سے پسینہ خشک کرتا ہوا بولا۔ ”ایک اخبار تھا اسٹار جو یورپ میں بلیک میلنگ کے مختلف طریقوں پر ایک مضمون شائع کر رہا تھا۔ اس میں ان خطوط کے نمونے دیے جاتے تھے جو لوگوں سے رقم اینٹھنے کے لیے بلیک میلروں کی طرف سے وقتاً فوقتاً لکھے گئے تھے، لیکن حقیقت یہ تھی کہ ان ہی خطوط کے ذریعے لیونارڈ اپنے شکاروں سے رقیں وصول کیا کرتا تھا۔ اشارے کے لیے وہ مضمون اسی کا ایک آدمی لکھتا تھا۔“

”تم نے آج صبح کا کوئی اخبار دیکھا؟“

”جی ہاں“

”لیڈی پرکاش کے متعلق خبر دیکھی تھی؟“

”جی نہیں! مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ پورا اخبار دیکھ سکوں۔“

”دیکھو“ ڈی۔ آئی۔ جی نے میر پر رکھے ہوئے اخبارات

کی طرف اشارہ کیا۔

حمید نے اخبار اٹھا لیا۔ پہلے صفحے کی ایک مختصر سی خبر کے گرد سرخ پینسل سے بنائے ہوئے حاشیے پر اس کی نظر پڑی۔

”خبر تھی۔“ کل شام لیڈی پرکاش کو ایک عجیب و غریب خط موصول ہوا ہے۔ خط کسی گناہ کی طرف سے ہے اور اس کی آؤٹ پٹاٹک عبارت لکھنے والے کے ذہنی فتور کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ خط کا مضمون یہ ہے۔

”مائی ڈیر لیڈی پرکاش۔“

دریائے ٹیمز میں اس مقام پر پھیلیاں نہیں پانی جاتی ہیں جہاز ننگر انداز ہوتے ہیں۔ اگر کوئی سفید گلاب پیش کرے تو کمرے کا دھیان ضرور رکھنا چاہیے، اللہ بڑا کار ساز ہے، دیے سنہے کو کار سازی میں ہنری فرڈ بھی اپنا جواب نہیں رکھتا۔ دیانا میں ایک تصویر ڈیڑھ لاکھ میں بکی تھی۔ دریائے ٹیمز کی پھیلیاں تین لاکھ مالگتی ہیں۔“

حمید خبر پڑھ کر ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف دیکھنے لگا۔

”لیکن“ ڈی۔ آئی۔ جی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”لیڈی پرکاش کو اس قسم کا کوئی خط نہیں ملا۔ اس نے آج ہی اس خبر رساں ایجنسی کے خلاف ازالہ حیثیت عری کا دعویٰ دائر کیا ہے۔“

”تب تو خبر رساں ایجنسی“

”خبر رساں کہنی کے کارکنوں نے اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے۔ اخبارات کے ایڈیٹر کہتے ہیں کہ انھیں یہ خبر ایجنسی کے ٹیلی پرنٹرز پر موصول ہوئی ہے۔“

”لیونارڈ۔۔۔ سو فیصد لیونارڈ“ حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

”مجھے بتاؤ کہ فریدی کہاں ہے؟“

”یقین فرمائیے۔ مجھے علم نہیں ہے۔“

”حملے کے متعلق اس نے کیا خیال ظاہر کیا تھا؟“

”کچھ بھی نہیں وہی عام بات۔ شہر کیا پورے ملک کے جرائم پیشہ ان کے دشمن ہیں۔“

”لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ حملہ لیونارڈ کی طرف سے ہوا تھا۔“ ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ ”فریدی ہی نے پہلی بار اس کے تھکنے پان لگائی تھیں۔ پورے یورپ کی پولیس اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ کیا وہ آزاد ہونے کے بعد ایسے آدمی کو چھوڑ دے گا جس کی بدولت اسے زندگی میں پہلی بار جیل کی

صورت دیکھنی پڑی تھی۔“

”جی ہاں اب میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن فریدی صاحب نے اس دوران ایک بار بھی لیونارڈ کا نام نہیں لیا۔“

”اس دوران سے کیا مراد ہے تمہاری؟“ ڈی۔ آئی۔ جی نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”مطلب یہ کہ آج سے چار دن قبل کی بات ہے۔“ حمید فوراً سنبھل گیا۔

”کیا تم نے بھی اُسے دو تین دن سے نہیں دیکھا؟“

”جی نہیں۔“

”لیکن اس کی گاڑی“

”گاڑی وہ چاروں قبل اپنے ساتھ لے گئے تھے۔“

”تمہیں یقین ہے کہ تم جھوٹ نہیں بول رہے ہو؟“

”میرا خیال ہے کہ فریدی صاحب بھی آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔“ حمید نے مکھن کا ڈبا رید کیا۔

لیکن حمید کے اس جملے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ محکمہ سراغ رسانی کا ڈپٹی انچیکر جنرل اتنا بدھو نہیں ہو سکتا۔

اس نے ایس۔ پی اور ڈی۔ ایس۔ پی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”آپ لوگ جاسکتے ہیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد وہ پھر حمید کی طرف مڑا۔“

”اب بتاؤ۔“

”کل رات ہم دونوں ساتھ ہی شرماروڈ تک گئے تھے۔“

مجھے وہاں سے ایک دوسری جگہ جانا تھا۔ بد گرام یہ تھا کہ فریدی صاحب وہیں شرماروڈ پر پھٹ کر میرا انتظار کریں گے، لیکن واپسی پر میں نے کار کو اسی حالت میں پایا جس کی رپورٹ آپ تک پہنچ چکی ہے۔ مگر نہیں۔۔۔ رپورٹ یہ ہے کہ اس کا ایک دروازہ کھلا ہوا پایا گیا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے چاروں دروازے بند پائے تھے۔“

”اس کی کیا اہمیت ہے؟“

”اس کی اہمیت یہ ہے کہ فریدی صاحب نہ صرف زندہ ہیں بلکہ جہاں بھی گئے ہیں۔ آزادانہ طور پر گئے ہیں، ورنہ حملہ آور ہو کیا پڑی تھی کہ وہ کار کا دروازہ بند کر کے جاتا بفساتی نقطہ نظر سے۔“

”بکو اس۔ اسے منطقی دلیل نہیں کہیں گے۔ لیونارڈ جیسے مجرم جلد باز نہیں ہوتے۔ میرا خیال ہے کہ فریدی اس کی گرفت میں آگیا ہے۔“

حمید کے ذہن میں اس لغو ترین خیال کے خلاف کی دلیلیں

تھیں لیکن اس نے بات بڑھانا مناسب نہیں سمجھا۔ حکام بالا کی عام ذہنیت یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں سے ذہنی طور پر شکست کھانے کے بعد اور زیادہ جھلجھلاتے ہیں۔

”یہ بھی ممکن ہے“ حمید بولا۔

”لیکن پچھلی رات تم کہاں گئے تھے؟“

حمید جھجھلا گیا اور اس نے تہیہ کر لیا کہ اب سچ نہیں بولے گا۔

”شرماروڈ کی دوسری طرف البرٹ روڈ پمپ لائن آرٹ پریس ہے۔ وہاں میں ایک ایسے آدمی کو چیک کرنا تھا، جو ایک بار جعلی نوٹ چھاپنے کے جرم میں سات سال کی قید جھلکت چکا ہے۔ آج کل وہ لائن آرٹ پریس میں بحیثیت مشین میں کام کر رہا ہے۔“

”اس آدمی کو کیوں چیک کرنا تھا؟“

”پتا نہیں! فریدی صاحب کبھی مجھے اپنی انکیموں سے آگاہ نہیں کرتے۔“

”اور یہ بڑی عادت کبھی نہ کبھی اسے پچھتاوے پر مجبور کر دے گی۔“

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح پچھتاوے سے تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ ”تم بھی جاسکتے ہو لیکن مجھے لیونارڈ کے چلے کیس کے متعلق دوسری معلومات بھی درکار ہیں۔ جتنا بھی تمہیں یاد آئے کل شام تک کھکھیرے پاس پہنچ جاؤ۔“

حمید ذہن پر ناخوشگوار اثرات لے کر ڈی۔ آئی۔ جی کے یہاں سے واپس آیا تھا۔ وہ راستے بھر لیونارڈ کے متعلق سوچتا رہا۔ لیونارڈ یورپ کا تین الاقوامی شہرت رکھنے والا بین الاقوامی بلیک میلر ہے پانچ سال قبل فریدی نے تھکنے پان پہنائی تھیں۔ یہ وہ لیونارڈ تھا جس نے کافی عرصہ تک سپرنٹنڈنٹ جیکسن کی حیثیت میں محکمہ سراغ رسانی پر حکومت کی تھی اور سپرنٹنڈنٹ جیکسن اس کی قید میں سزاوار تھا۔ لیونارڈ نے زندگی میں پہلی بار فریدی کی وجہ سے جیل کی صورت دیکھی تھی۔ وہ قاتل تھا۔ سازشی تھا۔ بلیک میلر تھا، لیکن لندن کی پولیس اس کے خلاف ایک بھی قتل ثابت نہ کر سکی۔ اس پر مقدمہ چلا اور اسے عمر قید کی سزا ہو گئی۔ لیکن وہ تین سال بعد جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ فریدی نے چند ماہ پیشتر حمید کو اس کے فرار کی خبر سنائی تھی اور خدشہ بھی ظاہر کیا تھا کہ لیونارڈ ایک بار پھر مشرق کا رخ کرے گا اور آج اخباریں لیڈی

489

پرکاش کے متعلق خبر دیکھ کر اُسے یقین آگیا کہ پچھلے چند دنوں کی وارداتوں میں لیونارڈ کے علاوہ اور کسی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ آج سے پانچ سال قبل بھی لیونارڈ نے یہاں کے بڑے گھرانوں کی عورتوں کو بیک میل کرنے کے لیے اسی قسم کے انوکھے طریقے ایجاد کیے تھے۔

بھانگ کھلا ہوا تھا اور دھواں کرنے والے فونکلیشن کیاؤنڈ میں چکر لگا رہے تھے۔ جیسے ہی حمید کی کار اندر داخل ہوئی۔ چوکیدار بھانگ بند کر کے شاگرد پیشہ کی طرف چلا گیا۔ حمید کار کو گیاراج میں ڈال کر ہٹ رہا تھا کہ بھانگ پر کوئی کارڈ کی اور کسی نے بھانگ ہلانا شروع کر دیا۔ حمید سوچنے لگا کہ اس وقت کون ہو سکتا ہے؟ بارہ بج چکے تھے۔ پھر وہ بھانگ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ سنگٹے میں فائر کی آواز گونجی اور ساتھ ہی ایک چیخ سنائی دی۔ چیخ کسی عورت کی تھی۔ حمید بے تحاشا بھانگ کی طرف دوڑا تھا لیکن قبل اس کے کہ وہ قریب پہنچا کلا فرائے بھرتی ہوئی اندر سے میں غائب ہو گئی۔ حمید چوکیدار کو آوازیں دینے لگا۔ بھانگ کے تارے کی گنجی اُسی کے پاس تھی۔ نہ صرف چوکیدار بلکہ دو نوکریں دوڑتے ہوئے بھانگ کی طرف آئے۔

”بھانگ کھلو جلدی“ حمید بوکھلانے ہوئے لہجے میں بولا۔ بھانگ کے ٹھلنے ہی اس نے مارچ روٹ کی۔ بھانگ سے صرف تین قدم کے فاصلے پر کوئی عورت منہ کے بل پڑی ہوئی تھی۔ اس کے جسم پر فاختی رنگ کا ریشمی اسکرٹ تھا حمید کے جھک کر اسے سیدھا کیا اور اس کے منہ سے ایک تیز زدہ سی آواز نکل گئی۔ یہ گلو ریا تھی۔ تھوڑی دیر بعد گلو ریا ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر بے ہوش پڑی تھی اور حمید اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا ذہن اس فائر میں اُلجھا ہوا تھا جس کی آواز اُس نے سنی تھی مگر گلو ریا کے جسم پر کیس بھی کوئی زخم نہیں تھا۔ بھانگ نے اس کی بے ہوشی خوف کا نتیجہ ہی ہو۔ آدھے گھنٹے کے بعد گلو ریا کو ہوش آگیا اور وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔ پہلے وہ گجراتی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھتی رہی پھر کھڑی ہو کر باگلوں کی طرح اپنے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

”کوئی نہیں لگی“ حمید آہستہ سے بولا۔ وہ اس کی حرکات و سکنات کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آواز سن کر گلو ریا اس طرح اُچھل پڑی جیسے اسے اس کی موجودگی کا علم ہی نہ رہا ہو۔

”اوہ۔ مائی ڈیئر کیسٹن“ وہ اُچھل کر اُس پر آ رہی اور حمید ایک طرف ہٹ بھی نہ سکا۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ دیوار سے

جا کر آتی۔

”مجھے بچاؤ۔۔۔ مجھے بچاؤ“ وہ ایک ایسے ننھے پرندے کی طرح بانپ رہی تھی، جو کسی باز کے پنجے سے اتفاقاً چھوٹ گیا ہو۔

”کیا بات ہے؟“ حمید اسے الگ ہٹاتا ہوا بولا۔

”میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ میں اب تک تمہیں دھوکا دیتی رہوں۔ مجھے بچاؤ۔ میں سب کچھ بتا دوں گی۔“

”آہم“ حمید نے ایک طویل سانس لی اور اٹھ کر اُن گھنٹیوں کے بن دہانے لگا، جو نوکروں کے کوارٹروں میں لگی ہوئی تھیں۔

”تمہارے“ وہ گلو ریا کی طرف مڑ کر بولا۔ ”میں ابھی منتا ہوں۔“

دو منٹ کے اندر ہی اندر سارے نوکر برآمدے میں اکٹھے ہو گئے۔ یہ تعداد میں آٹھ تھے۔

”جاؤ۔ تم لوگ رائفلیں نکال لو اور کیاؤنڈ میں پھیل جاؤ۔“

عقبی پارک کا خاص طور سے خیال رکھنا اور اگر کوئی کہاؤنڈ میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو بیدار رہ کر گولی مار دینا۔“

نوکروں نے پہلی بار فریدی کی کوشش میں اس قسم کا حکم سنا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہلکی جھپکائی لگے۔

”جاؤ۔ جلدی کرو۔“

”آپ ہمیں کچھ نہیں بتائیں گے۔“ فریدی کے مخصوص خادم شریف نے پوچھا۔

”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو۔“ حمید نے سخت لہجے میں کہا۔ ”آٹھ رائفلیں نکال لو۔“ جاؤ۔“

وہ سب چلے گئے۔ گلو ریا دروازے سے کھڑی گہری گہری سانس لے رہی تھی۔ حمید اس کی طرف مڑا اور وہ پھر ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔

”اے اب بتاؤ؟“ حمید بیٹھتا ہوا بولا۔

”کیا خطرہ ہے۔۔۔ تم نے رائفلیں؟“

”چھوڑو۔ یہ ہمارا دن رات کا کھیل ہے۔ بہر حال اب تم جو کچھ بھی کہو گی میں اس پر یقین نہیں کروں گا۔“

”پھر بتانا ہی بے کار ہے۔“

”تمہاری مرضی“ حمید نے بے پروائی سے کہا۔

”خدا کے لیے بچاؤ۔ میں قطعی نادانستگی میں اس سازش کا شکار ہوئی ہوں۔“

”اگر یہی سچی بات تھی، جو تم اب کہنے جا رہی ہو تو پہلے بتا دینے میں کیا حرج تھا؟“

”اوہ۔ تم سمجھتے نہیں۔ پہلے مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ میں بھی مار ڈالی جاؤں گی۔“

”کیا اس وقت کوئی تمہارا تعاقب کرتا ہوا آیا تھا؟“

”ہاں۔ آرکچنوسے اٹھ کر میں سیدھی گھر گئی۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ اس لیے میں پیدل ہی چل پڑی تھی۔ کچھ دور چلنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے۔ اُن کتنا خطرناک آدمی تھا۔ ابھی تک اس کی شکل میرے ذہن پر مستط ہے۔ اس کی آنکھوں میں درندگی تھی۔ وہ سچ بیچ آدم خور معلوم ہوتا تھا۔ میں گھر آگئی اور میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ وہ باہر کھڑا دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میری روح لرز گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ میں گھس آنے کے لیے موقع کا منتظر ہو پھر میں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر دوسری طرف کے دروازے سے نکلی اور تقریباً دوڑتی ہوئی ٹیکسیوں کے آگے پر پہنچ گئی لیکن جب میں ایک ٹیکسی پر بیٹھ رہی تھی۔ میں نے مڑ کر دیکھا اور میری جان لگی کیونکہ وہ بھی ایک ٹیکسی کے قریب کھڑا تھا۔ میں جانتی تھی کہ مجھے صرف تمہارے ہی پاس پناہ مل سکتی ہے۔ میں یہاں پہنچی اور بھانگ کھولنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کسی نے مجھ پر فائر کیا۔ پھر مجھے یاد نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا؟“

”کیا فائر اسی ٹیکسی سے ہوا تھا جس پر تم آئی تھیں؟“

”میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ مجھے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ فائر کس طرف سے ہوا تھا؟“

”بہر حال فائر ہوتے ہی وہ ٹیکسی چل پڑی تھی جس پر تم آئی تھیں۔“

”ہو سکتا ہے کہ فائر اسی ٹیکسی سے ہوا ہو؟“

”کیا وہ آدمی اس وقت بھی تمہارے پیچھے تھا جب تم یہاں آ رہی تھیں؟“

”میرا خیال تھا کہ کیونکہ ایک دوسری ٹیکسی تھوڑے ہی فاصلے سے برابر تعاقب کرتی رہی تھی۔“

”تو دوسری ٹیکسی یہاں تک آئی تھی؟“ حمید نے پوچھا۔

”مجھے ہوش نہیں۔ میں یادداشت پر زور دینے کے باوجود بھی یہ نہیں بتا سکتی کہ وہ یہاں تک آئی تھی یا نہیں۔“

”اچھا اب پرائی کہانی کی بات لوٹ آؤ۔“

گلو ریا چند لمحے حمید کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”مگر تم پہلے ہی کہہ چکے ہو کہ تمہیں اس پر یقین نہیں آئے گا۔“

”شروع ہو جاؤ۔ اب زیادہ بے وقوف بننے کی تاب نہیں ہے۔“

”خیر تم یقین کرو یا نہ کرو۔ میں اب کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ جس دن میرے فلیٹ کے سامنے والی عمارت میں قریب تھی۔ ایک فوٹو گرافر میرے پاس آیا اور مجھ سے استدعا کی کہ میں اپنے فلیٹ سے اسے قریب کی دو ایک تصویریں لینے دوں۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ ایک مقامی روزنامے کا فوٹو گرافر ہے۔ ڈیڑھ آبروز کا فوٹو گرافر۔ میا اس میں کوئی نقصان نہیں تھا۔ میں نے اُسے اجازت دے دی۔ وہ تھوڑی دیر تک جگہ منتخب کرتا رہا اور آخر کار اُس نے اس کام کے لیے عسل خانہ پسند کیا۔ اس کی ایک کھڑکی بالکل اس مقام کے سامنے تھی۔ جہاں مہمانوں کا استقبال کیا جا رہا تھا۔ میں اُسے عسل خانے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ دراصل میں اس دن ایک دلچسپ ناول پڑھ رہی تھی اور اسے ختم کیے بغیر کھٹے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے فائر کی آواز سنی تھی لیکن میں نے اُسے کوئی اہمیت نہ دی کیونکہ پڑوس کے نیچے اکثر نقلی امریکن پستولوں سے کھیلے رہتے تھے اور کوئی تو اتنے شریر تھے کہ اکثر ہاتھ بڑھا کر میری بالائی پر فائر کر دیا کرتے تھے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ دھماکا میرے کان کے قریب ہی ہوا ہو۔ میں بھی سمجھی کہ یہ کسی نیچے کی شرارت ہی ہوگی اور پھر میری آنکھیں اس وقت کھلیں جب پولیس والے فلیٹ میں گھس آئے۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی اور یہ حقیقت ہے کہ مجھے اس وقت تک اس کا علم نہیں ہوا جب تک غلسخانے سے خالی کارتوس نہیں برآمد ہوا۔ فوٹو گرافر جا چکا تھا۔ میں نے جلدی میں ایک فیصلہ کیا یہی کہ میں اس سے لاعلمی ہی ظاہر کرتی رہوں اور نہ مجھے اس فوٹو گرافر کو پیدا کرنا پڑے گا۔ میں نے پولیس کو بیان دیا کہ میں سو رہی تھی۔ اگر کوئی اس دوران فلیٹ میں گھس آیا ہو تو میں نہیں جانتی کیونکہ میں سونے سے قبل فلیٹ کا دروازہ بند کرنا بھول گئی تھی۔ پولیس مجھے ہر طریقے سے ہلائی مگر میں اسے اپنے پچھلے بیان سے ایک ایچ جی نہیں بنی۔ پھر تم اسلم بن کر آئے۔ میں تمہیں بہت دنوں سے جانتی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ حملہ کرل فریدی پر ہوا ہے۔ تم اسلم کے روپ میں آئے تو میں سمجھ گئی کہ اب مجھے تھنہ مشتق بنایا جائے گا۔ میں نے سوچا کہ اگر تم پر یہ ظاہر کیے دیتی ہوں کہ تم کیپٹن حمید ہو تو یہ تمہارے شبہات اور تقویت دینے کے لیے کافی ہوگا۔ میں خاموش

رہی لیکن تم نے کل رات اسے دوسرے طریقے سے اُگلوا لیا۔ میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ میں تمہیں پہلے سے جانتی ہوں۔ میں تمہیں بہت قریب سے دیکھتی رہی ہوں۔ تمہاری دوستی کی خواہش منہ مخفی مگر تم عموماً اونچے طبقے کی عورتوں میں اُٹھتے بیٹھتے تھے، میں ایک غریب لڑکی تھی اس لیے کبھی ہمت نہیں کر سکی، جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکی۔ جو برتاؤ چاہو کرو۔ میں تمہارے ہاتھوں مرنے کے لیے بھی تیار ہوں۔

حمید اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ جب وہ اپنی داستان ختم کر چکی تو اُس نے کہا۔ ”اب میں اُس سچی بات کا منتظر ہوں، جو تم مجھے کل بتاؤ گی۔“

”تمہاری مرضی، گلو یا مایوسانہ انداز میں بولی اور اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

”اگر میں تمہاری داستان پر یقین کر لوں تو ایک دوسرا سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔“

”وہ کیا؟“ گلو یا آنکھیں کھول کر بے دلی سے بولی۔

”کارٹوس۔۔۔ رائفل کا تھا اور رائفل ایسی چیز نہیں ہے جسے کوئی فوٹو گرافر اپنے کمرے میں چھپا سکے۔“

”ہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے،“ گلو یا سر ہلا کر بولی۔ ”اس کے پاس ایک کمرے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ مگر میں کہتی ہوں کہ آخر وہ کارٹوس غسلی نے میں کیوں پھینک دیا گیا۔ کیا رائفل سے خالی کارٹوس نکالنے بغیر وہ وہاں سے نہیں جاسکتا تھا۔“

”اب خود تم نے ہی ایک دوسرا سوال بھی پیدا کر دیا۔“

حمید مسکرا کر بولا۔

”نہیں تم خود سوچو! آخر اس کا کیا مطلب؟ کیا کوئی آدمی جان بوجھ کر مجھے پولیس کے چکر میں پھنسانا چاہتا ہے؟“

”کیا تم کسی اہم شخصیت کی مالک ہو؟“

”میری شخصیت کے بارے میں تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔“

”پھر کوئی تمہیں پھنسانا کیوں چاہے گا۔ کیا تمہارے جیل جانے سے کسی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے کسی ایسی عورت کا نام لوجو تمہاری رقیب ہو۔“

”میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتی۔۔۔ مگر پھر کارٹوس۔۔۔“

”کارٹوس۔۔۔ جلدی میں رہ گیا۔ فائر کرنے والا اُسے چھپا کر ہی فلیٹ میں لایا ہوگا۔ چھپا کر ہی واپس لے گیا ہوگا۔ چھپا کر لے جانے کے لیے اُسے نال اور گندے کو الگ کرنا پڑا ہوگا۔ لہذا کارٹوس کا گھرنا ضروری ہے۔“

”ادہ۔“

”لیکن یہ تو بتاؤ کہ وہ تمہیں مار ڈالنے پر کیوں تل گئے ہیں؟“

”میں کیا بتا سکتی ہوں؟“

”تم اُن سے واقف نہیں ہو۔“

”مقلعی نہیں۔“

”پھر مار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

”ادہ ڈیر! میں نے اس قسم کی بہتری داستانیں پڑھی ہیں۔ وہ ایسے آدمیوں کو مار ڈالتے ہیں جو اُن کے ایک آدمی کا۔۔۔ رت آشنا ہو۔“

”یعنی؟“

”ظاہر ہے کہ میں اس فوٹو گرافر کو دوبارہ دیکھنے ہی پہچان لوں گی۔“

”تم نے ڈیلی آبزور کے دفتر کے چکر ضرور لگائے ہوں گے؟“

حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”قدرتی بات ہے۔ میں اپنی گردن ضرور چھڑانا چاہوں گی۔“

”لیکن وہ وہاں نہیں ملا۔“

”لیکن کیا؟“

”وہ فوٹو گرافر نہیں ہے۔“

”تو تم نے اسے تلاش کر لیا ہے؟“

”میں نے اسے تلاش کر لیا ہے اور شاید اسی لیے۔۔۔ اب مجھے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔“

”وہ کون ہے؟“

”میں نہیں جانتی۔ لیکن اس کے ٹھکانے سے واقف ہوں۔“

اب اس کے چہرے پر گھنی مومچیں ہیں۔

”بہت چالاک معلوم ہوتی ہو۔“ حمید پھر اُسے شکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔

”نہیں اس کی سب سے بڑی پہچان اس کی انگلیاں تھیں۔ میں نے ایسی انگلیاں کبھی نہیں دیکھیں۔ بیچ کی انگلی کے علاوہ اور ساری انگلیاں ایک جیسی لمبائی رکھتی ہیں۔ حتیٰ کہ چھوٹی انگلیاں بھی قریب قریب پہلی ہی انگلیوں کے برابر ہوں گی۔“

حمید کچھ نہ بولا۔۔۔ وہ۔۔۔ خالی خالی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

لیڈی پرکاش اپنی کوٹھی سے برآمدے میں ٹہل رہی تھی۔ رات کے دو بج چکے تھے، لیکن اس کی آنکھوں میں نیند کا کوسوں

پتا نہیں تھا۔ وہ بار بار پائیں باغ میں پھیلے ہوئے اندھیرے میں آنکھیں گاڑتی تھی۔ سر پر کاش اس وقت کوٹھی میں موجود نہیں تھے، ورنہ وہ بھی اُسی کے ساتھ ٹہلتے ہوئے نظر آتے۔ وہ اسے بے حد چاہتے تھے، وجہ یہ تھی کہ وہ اس سے دو گنی عمر کے تھے یا شاید اس سے بھی زیادہ۔ لیڈی پرکاش زیادہ سے زیادہ پچیس سال کی رہی ہوگی لیکن قدرت کی منشاء کا ایک بہترین نمونہ۔ وہ مرم سے تراشا ہوا ایک ٹیک ساجسہ معلوم ہوتی تھی۔ اس نے خبر رساں ایجنسی کے خلاف اناجیست عرفی کا دعویٰ تو دائر کر دیا تھا لیکن نہ جانے کیوں اخبار کی وہی خبر اس کے ذہن میں انتشار برپا کیے ہوئے تھی۔ وہ برآمدے سے پھر اندر لوٹ گئی۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسورڈ اٹھالیا۔

”ہیلو۔“

”کون بول رہا ہے؟“

”لیڈی پرکاش۔“

”آج تم نے اخبار میں خبر دیکھی۔ ذرا سوچنا تو وہ آدمی کتنا چالاک ہے جو تمہارے متعلق اتنی معلومات رکھتا ہے، ایک بار دہرایا میں بھی تم اُس سے دو چار ہو چکی ہو۔ وہ ساری معلومات ایسے ہی انوکھے انداز میں کسی اخبار کی زینت بھی بن سکتی ہیں اور تصویریں تو ایسے مواقع پر صفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ اچھا شب بخیر، دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور لیڈی پرکاش بدحواس ہو کر ایک کرسی میں گر گئی۔

حمید گلو یا کو گھور رہا تھا۔

”اور اگر تمہارے بتائے ہوئے پتے پر وہ آدمی نہ ملا۔“ اس نے کہا۔

”اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ ظاہر ہے کہ کرنل جیسے آدمیوں پر حاکم کرنے کے لیے گروہ چاہیے۔ مجرم یقیناً انتہائی دلیر اور چالاک ہوگا۔ ہر گز ہے کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ میں اس کے ٹھکانے سے واقف ہو گئی ہوں۔ نہیں مجھے یقین کے ساتھ کہنا چاہیے کہ اسے اس کا علم ہے، ورنہ مجھ پر حاکم کیوں ہوتا؟“

”تم پر حاکم؟“ حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ ”نہیں تم مجھے مطمئن نہیں کر سکتیں۔ تم نے اس درمیان میں کئی ٹک بدلے ہیں۔ میں کس طرح یقین کر لوں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حاکم بھی کسی سازش کا نتیجہ ہو۔ اس طرح مجرم تمہیں ہم سے قریب رکھنا چاہتے ہیں۔ نہیں! تمہیں میری سچی قیدیں رہنا ہوگا۔“

”سچی قید سے کیا مراد ہے؟“

”یہی کہ جب تک ہم اصل مجرم کو نہ پکڑ لیں، تم ہمیں اس حالت میں رہو گی۔“

”اور تم اسے قید کہتے ہو؟“ گلو یا مسکرا کر بولی۔ ”تم اگر دھکے دے کر نکالو تب بھی یہاں سے نہیں جاؤں گی۔“

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے؟ اتنے میں ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے کانہ سے رائفل لگی ہوئی تھی۔

”صاحب ہیں کتنی دیر تک اسی طرح رہنا ہے؟“

”ساری رات۔“ ہماگ جاؤ۔“ حمید ہلکا کر بولا۔

”مگر کرنل صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں۔“

”کرنل صاحب؟“ حمید اچھل پڑا۔

”جی ہاں۔“

”وہ کہاں ہیں؟“

”اپنے کمرے میں۔“

حمید گلو یا کو ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر تقریباً دوڑتا ہوا فریدی کے کمرے تک آیا۔ نوکر کا بیان درست تھا۔ فریدی شب خوانی کے لباس میں تھا اور غالباً سونے کی تیاری کر رہا تھا۔

”کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے؟“ فریدی اُسے دیکھ کر بڑبڑایا۔

”ہنگامہ؟“ حمید اپنا اوپری ہونٹ بھیج کر بولا۔ ”شاید وہ کچھ اور بھی کہنے جا رہا تھا لیکن فریدی نے ہاتھ اٹھا کر اُسے روک دیا۔“

”اب وہ کیا کہتی ہے؟“

”آپ اندکس طرح آئے؟“

”پیروں سے چل کر! تم میری بات کا جواب دو۔“ فریدی خشک لہجے میں بولا۔

حمید چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر گلو یا کی بیان کی ہوئی داستان دہرا دی۔ حمید کے خاموش ہو جانے کے بعد بھی فریدی کچھ نہ بولا۔

”اب آپ فرمائیے کہ یہ سب کیا تھا؟ آپ ہمیشہ مجھے تاریکی میں رکھ کر ذلیل کراتے ہیں۔“

”آئندہ اُجائے میں ذلیل کر دوں گا مطمئن رہو۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”ڈی۔ آئی۔ جی آپ سے باہر ہے۔ ریکارڈ روم سے لیونارڈ کا کیس بیگ غائب ہو گیا ہے۔“

”کیس بیگ؟“ فریدی نے حیرت سے کہا۔

”جی ہاں کیس بگ۔ اسی بنا پر ڈی۔ آئی۔ جی نے لیونارڈ کی والدہ کے متعلق سوچا ہے اور پھر آج کے اخبارات میں لیڈی پرکاش کے متعلق ایک خط شائع ہوا تھا۔“

”ہاں میں نے دیکھا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ لیونارڈ ہماری سرزمین پر قدم رکھ چکا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کچھ ہر وہ حملہ اسی کی طرف سے ہوا ہو۔“

”میں پچھلی رات کے حملے کے متعلق جانتا چاہوں گا۔“

”پچھلی رات بھی حملہ ہوا تھا لیکن وار خالی گیا اور حملہ آور میری گرفت میں آنے کے بعد بھی نکل گیا۔“

”لیکن سیٹ پر خون کیسا تھا؟ آپ تو مجھے زخمی بھی نہیں نظر آتے۔“

”مجھے بتائیں۔ ہو سکتا ہے کہ حملہ آور ہی زخمی ہو گیا ہو؟“

”میں نے اُس کی گردن پکڑی تھی۔“

”کیا خیال ہے؟ کیا لیونارڈ بذات خود حملے کر رہا ہے؟“

”نہیں! اس کے آدمی۔ وہ صرف ایکس بناتا ہے۔ اس قسم کے کام خود نہیں کرتا۔“

”تعب ہے کہ اس نے اتنی جلدی یہاں آدمی بھی ہتیا کر لیے۔“

”اس کے آدمی یہاں تھے کب نہیں۔ دُنیا کے گوشے گوشے میں اس کے آدمی ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ یہاں آکر اس نے دوبارہ اُنہیں منظم کر لیا۔“

”کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر حمید نے کہا۔ ”گلو ریا کے بیان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟“

”یہ بیان درست معلوم ہوتا ہے۔“

”کیوں؟ کس طرح یقین کر لیا آپ نے؟ اس سے پہلے ہی تو مختلف قسم کے بیانات۔۔۔ مگر کہاں؟ میں نے پچھلی رات کی باتیں تو آپ کو بتائی ہی نہیں۔ وہ اسلم کی حیثیت میں بھی میری اصلیت سے واقف تھی۔“

حمید نے وہ واقعہ بھی دہرا دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ فریدی سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن یہ بیان جو اس نے اس وقت دیا ہے! قطعی درست معلوم ہوتا ہے۔“

”میں یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔“ حمید نے ٹھکانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔ ”کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ حملہ بھی ایک ڈراما ہو؟“

”ڈراما تو تھا ہی۔“

”پھر بھی آپ۔۔۔؟“

”ہاں! لیکن اس ڈرامے میں ولین کارول میں ادا کر رہا تھا اور جس وقت تم اُسے پھاٹک سے اٹھا کر اندر لا رہے تھے میں بھی خاموشی سے اندر چلا آیا تھا۔“

فریدی خاموش ہو کر مسکانے لگا۔ ”یہ حال ہے تمہارا۔ اگر حقیقتاً حملہ آور میرے علاوہ کوئی اور ہوتا تو تمہارے یہ انتظامات رکھے رہ جاتے۔“

”لیکن مجھے ڈی۔ آئی۔ جی کی چڑکیاں مسخ پڑی ہیں۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟“ حمید ٹھنجلا کر بولا۔

”برداشت کرو۔“

”اگر بال بچے دار ہوتا تو واقعی پروانہ کرتا۔ مجھے آپ۔۔۔؟“

”میں سب کچھ سمجھ گیا۔ لڑکی کوئی الحاح نہیں رکھتی۔ لیکن۔۔۔“

”خبردار۔۔۔ خبردار! حمید نے فریدی کا ٹھوکرا کرنے کے لیے بکنا شروع کر دیا۔ اُسے اپنی بہن سمجھنا اور۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔“

”کیوں اس مت کرو۔ جو کچھ میں کہوں اُس پر عمل کرو۔“ فریدی نے کہا اور اُسٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔

”کمرے میں کافی دیر تک بکلی سرگوشیاں گونجتی رہیں۔“

✱

دوسرے دن لیڈی پرکاش کی سالگرہ تھی۔ پوری کونٹی میں مہمان بھرے ہوئے تھے۔ اچانک ایک ملازم نے اُسے اطلاع دی کہ فون پر اُسے کوئی بگوار ہے۔ پچھلی رات کا فون اب بھی اس کے ذہن پر مست تھا۔ اس لیے وہ کانپ کر رہ گئی۔ حالانکہ صبح سے اب تک کئی کالیں رسیور کر چکی تھیں لیکن پھر بھی ہر کال پر اُس کا دل لرز اٹھتا تھا۔

”ہیلو۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”لیڈی پرکاش۔“

”جی ہاں۔۔۔ آپ کون ہیں؟“

جواب میں بگسا بگ تھہرتی آواز آئی۔ ”دریائے ٹیز کی پھیلیوں میں سے ایک۔“

”دیکھیے! میری درخواست سنئے۔“ لیڈی پرکاش نے لپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں سردست اتنی بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتی۔۔۔ رجم کیجیے۔“

”سر پرکاش! اب سچی ہے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن میں انہیں کیا بتاؤں گی۔ کیا بہانہ کروں گی۔ تین لاکھ بہت ہوتے ہیں۔“

”کو شش کرو۔ ورنہ انجام تم جانتی ہو۔“

”میں سب کچھ جانتی ہوں۔ اچھا فی الحال مجھے معاف کیجیے۔“

میرے یہاں مہمان ہیں۔ میں پھر جواب دوں گی۔ وہ انجام میں پسند نہیں کروں گی جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔“

”اچھا۔ لیکن بہت جلد۔ میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔“

لیڈی پرکاش رسیور رکھ کر کچھ دیر وہیں کھڑی رہی پھر کھڑکتے ہوئے قدموں سے باہر چلی گئی۔

✱

حمید فون کا رسیور رکھ کر ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف مڑا۔ وہ اس وقت محکمہ سرانجام کے آپریشن روم میں تھے اور حمید نے یہیں سے لیڈی پرکاش سے فون پر گفتگو کی تھی اور ساتھ ہی ساتھ ان کی گفتگو ریکارڈ بھی ہوتی گئی تھی۔ پھر پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر آپریٹر نے ریکارڈ تیار کر کے گرافون پر رکھ دیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے ریکارڈ سن کر تحسین آمیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھا۔

”فریدی نے تمہیں بہت اچھی ٹریننگ دی ہے۔“

حمید کوئی جواب دینے کے بجائے شرمیلے انداز میں مسکراتا رہا۔

”اچھا! میرے آفس میں آؤ۔“

آفس میں پہنچ کر ڈی۔ آئی۔ جی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور حجب، وہ خود بیٹھ گیا تو حمید نے جی اس کی تقلید کی۔

”اس گفتگو سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے ہی کوئی اس کے متعلق اُس سے گفتگو کر چکا ہے۔“

”جی ہاں یہی معلوم ہوتا ہے۔“

”تب تو ہم اسے آسانی سے پکڑ سکیں گے۔“

حمید نے دج نہیں پوچھی۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے خود کہا۔ ”لیڈی پرکاش کے فون سے ایک دوسرا فون کنکٹ کر لیا جائے۔ اور ایک آدمی ہر وقت اُسے انڈر کرسے۔ جب کوئی بھی اس قسم کی کال لیڈی پرکاش کے پاس آئے ہم فوراً ہی انکوائری سے دریافت کر لیں کہ وہ کال کہاں سے آئی تھی؟“

حمید فوراً ہی کچھ نہیں بولا۔

”کیوں؟“ ڈی۔ آئی۔ جی نے اس سے رائے طلب کی۔

”مگر دشواری یہ ہے جناب والا۔“ حمید خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

”ہاں ہاں! کہو کیا دشواری ہے؟“

”اگر انکوائری نے کسی پبلک کال بوتھ کا حوالہ دیا تو۔“

”جسٹ! ڈی۔ آئی۔ جی بھی کچھ سوچنے لگا۔

”لیونارڈ ایسا خطرہ کبھی نہ مول لے گا۔ اس قسم کے کاموں

کے لیے پبلک کال بوتھ ہی سے فون کرنا ہوگا۔“

”ٹھیک کہتے ہو۔“ ڈی۔ آئی۔ جی سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن پھر تم نے اپنی اور اُس کی گفتگو کیوں ریکارڈ کرانی ہے؟“

”دیکھیے مجرموں تک ہم صرف لیڈی پرکاش ہی کے ذریعے پہنچ سکیں گے لیکن اگر میں ابھی جا کر اُس سے کچھ پوچھنا چاہوں تو وہ قطعی لاعلمی ظاہر کرے گی اور اس خیال کا مضحکہ اڑانے لگی کہ کوئی اُسے پبلک میل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ ریکارڈ بہر حال اُسے راہ راست پر لے آئے گا۔“

”ٹھیک ہے! اچھا۔ اب فریدی کے متعلق کچھ بتاؤ؟“

”مجھ میں نہیں آتا کہ ان کے متعلق کیا عرض کروں؟ مجھے ابھی تک اُن کی طرف سے کوئی پیغام نہیں ملا اور نہ میں یہی جانا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں؟ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں گے محفوظ رہیں گے۔“

”مگر اب اُس کے طریقہ کار سے میں بھی عاجز آ گیا ہوں۔ ہر موقع پر اس قسم کا فیروزی دارانہ رویہ درست نہیں معلوم ہوتا۔“

”حضور والا! گستاخی ضرور ہے، مگر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اپنی زندگی کی حفاظت کرنے کے سلسلے میں اکثر غیر قانونی طریقے بھی اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اس وقت فریدی صاحب کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ لیونارڈ یا وہ جو کوئی بھی ہو انہیں ہر قیمت پر ختم کر دینے پر تیار کیا ہے۔ آپ خود غور فرمائیے۔ ایسی صورت میں۔“

ڈی۔ آئی۔ جی کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کے چہرے پر کبیدگی کے آثار تھے۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر ڈی۔ آئی۔ جی۔ سر کی جنبش سے اُسے جانے کا اشارہ کرتا ہوا میز پر پھیلے ہوئے کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

✱

حمید اُن کاموں میں سے ایک کو پایہ تکمیل تک پہنچا چکا تھا جو اُسے پچھلی رات فریدی نے بتائے تھے۔ لیکن ابھی دو اور باقی تھے جن میں سے ایک قطعی بے سرو پا اور کسی ایسے دماغ سے متعلق معلوم ہوتا تھا جس میں فنور ہونے پچھلی رات اُسے توقع تھی کہ آج صبح فریدی سے ناشتے کی میز پر ضرور ملاقات ہوگی، لیکن وہ منہ اندھیرے ہی پھر کہیں چلا گیا تھا۔ اُس نے حمید کے لیے ایک تحریر اس غرض سے چھوڑی تھی کہ اس کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتایا جائے۔ اس نے یہ نہیں لکھا تھا کہ وہ پھر کب اور کہاں ملے گا؟ حمید ٹھیک چار بجے گھر سے روانہ ہو گیا، جو کام اب اُسے کرنا تھا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب تھا اور اس کا مقصد کم از کم اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ بہر حال

کام تو اسے کرنا ہی تھا اور خود اس کا انجام تقدیر کے رحم و کرم پر تھا۔ کام ایسا ہی تھا۔ کسی مکان کی کھڑکی کے نیچے کھڑے ہو کر لگتا نا اور پھر نظم بھی ایسی جس میں گھر کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی کو مخاطب کیا گیا ہو۔ انجام ظاہر ہے لیکن وہ مطمئن تھا کہ انجام کی ساری ذمے داری فریدی کے سر ہوگی۔ لاکھ پوچھنے پر بھی فریدی نے اس حرکت کا مقصد نہیں بتایا تھا۔ مکان ایسے جھتے میں تھا جہاں زیادہ تر غیر ملکی آباد تھے۔ نظم انگریزی میں تھی۔ اس سے حمید نے اندازہ کر لیا تھا کہ مکین یورپین ہی ہوں گے۔ یہ حرکت اسے میک اپ میں کرنی تھی، لہذا اس کی طرف سے تاہمینان تھا کہ کسی قسم کا گھبراہٹ ہونے پر دوسرے دن کے اخبارات یہ نہ لکھ سکیں گے کہ محکمہ سڑاغرسانی کا ایک آفیسر انگریزی میں غنڈہ گردوں کرتے ہوئے بکڑا گیا ہے۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور کمرے میں کھنکنے ہوئے سے قہقہے گونج رہے تھے۔ اکثر سڑی قسم کی جینیں بھی سنائی دیتی تھیں۔ حمید ٹھیک کھڑکی کے سامنے پہنچ گیا۔ اندر تین انگریز لڑکیاں تھیں۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ربکا کا ایک چھوٹا سا غبارہ تھا اور شاید بقیہ دو میں سے کسی ایک پر وہ غبارہ بھیج مارنا چاہتی تھی۔ دونوں نے خود کو بچانے کے لیے خاصی دھما چوکڑی بچا رکھی تھی۔

حمید نے ادھر ادھر دیکھا۔ قریب و دور ہر طرف سناٹا تھا۔ اس نے نظم شروع کر دی۔

”یہ کھڑکی۔۔۔ میری امیدوں کا مرکز ہے۔“
لڑکیاں چونک کر رگ گئیں۔ وہ آنکھیں پھاڑے اسے گھور رہی تھیں۔ حمید ہوسے ہوئے رنی ہوئی نظم دہراتا رہا۔
”میں اس گھر کی سب سے بڑی حسین لڑکی کو مخاطب کر رہا ہوں۔“
”یہ کھڑکی کل بھی کھلی ہوئی تھی۔“

”لیکن آج اس کے گرد بہاریں لہا رہی ہیں۔“
”روز صبح سورج کی پہلی کرن اس سے گزرتی کسی کے گال چومتی ہے۔“

”میں اسی لڑکی سے مخاطب ہوں۔“
غبارہ حمید کے چہرے سے ٹکرا کر پھٹا اور اس میں ٹکڑے ہوئے رنگین پانی کی کافی مقدار اس کے حلق کے نیچے اتر گئی۔ دوسرے لمحے میں وہ اپنا سینہ دبائے ہوئے بڑی طرح ٹھوٹھو کر کر رہا تھا۔ لڑکیوں کے قہقہوں کے ساتھ ہی اسے کسی معمر عورت کی چنگھاڑ بھی سنائی دی۔ پھر حمید کے سنبھلنے سے پہلے ہی ٹھونان اس کے سر پر پہنچ گیا۔ ایک لمبے خیم اور معمر عورت اس سے چند

قدم کے فاصلے پر کھڑی ہوئی گالیاں اٹا رہی تھی۔

”حرامی۔ کتے۔ لڑکیوں کو چھیڑتا ہے۔ جانتا ہے۔ میں مسز وارنر ہوں۔“

وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر حمید پر جھپٹی اور حمید اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

”کیا بات ہے؟ کسی نے قریب ہی سے کہا۔ حمید بکھلا ہٹ میں اس کی صرف ایک ہی جھلک دیکھ سکا تھا۔ وہ بھی کوئی انگریزی تھا۔

”لڑکیوں کو پریشان کرتا ہے۔“ مسز وارنر ڈھاڑ کر بولی۔
حمید نے اچھل کر بھاگنا چاہا لیکن انگریز کا گھونسا اس سے پہلے ہی اس کے جیڑے پر پڑ چکا تھا۔ وہ کئی منٹ ڈور جا پڑا۔ اور پھر اس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ کسی طرح وہاں سے بھاگ نکلے کیونکہ قرب و جوار کے بنگلوں سے لوگوں نے باہر نکلنا شروع کر دیا تھا۔ اسے کچھ اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ وہاں سے سر پر پیر رکھ کر بھاگا تھا یا پیر سر پر رکھ کر۔

✱

حمید دو دن تک اپنی چوٹیں سہلاتا رہا۔ تیسرا کام اس سے بھی زیادہ خطرناک تھا اور حمید نے اسے اب تک انجام نہیں دیا تھا۔ وہ فریدی کا منتظر تھا لیکن اس واقعے کے بعد سے اب تک اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اور لیونارڈ۔ لیونارڈ کو تو وہ جہنم میں جھونک چکا تھا۔ اگر اس میں کبھی اس کے نام کی صداکان میں پڑتی تو حمید ایسا برا منہ بناتا جیسے کسی نے اسے گالی دی ہو۔ فریدی کے متعلق پوچھ گچھ کرنے والوں کو اول تو وہ کوئی جواب ہی نہیں دیتا تھا، لیکن اگر کوئی زیادہ پریشان کرتا تو اس کا جواب ہوتا۔ ”جہنم میں“ آفیسروں سے صرف لاعلمی ظاہر کر دیتا۔ تیسرا کام۔ وہ اب اس کے متعلق سوچنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ اسے اب اس کی فکر بھی نہیں تھی کہ فریدی نے اسے مسز وارنر کے یہاں کیوں بھیجا تھا؟ اس کا مقصد کیا تھا؟ وہ تو اب مسز وارنر اور اس کی تینوں لڑکیوں سے نمٹنا چاہتا تھا۔ اس نے ان کے متعلق ان دنوں میں کافی معلومات بہم پہنچائی تھیں۔ آج اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس انگریز سے تو ضرور ہی پھڑے گا جس نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ مسز وارنر کا کوئی پڑوسی ہی ہوگا اور اس کا پتا مسز وارنر سے مل سکتا تھا لیکن وہ بحیثیت کمپنن حمید مسز وارنر کے یہاں جا دھکا۔
مسز وارنر اس کا وزٹنگ کارڈ دیکھ کر بکھلا گئی۔

”میں ایک رپورٹ کے سلسلے میں بقیہ پیش کرنے کی فرض سے یہاں آیا ہوں۔“

”کیسی رپورٹ کمپنن؟“ وہ ٹھہریے۔ اس موسم میں آپ چائے پینا تو پسند کریں گے۔“ مسز وارنر نے کہا۔

”نہیں شکریہ،“ حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ ”رپورٹ تمہارے خلاف کھوائی گئی ہے۔“

”میرے خلاف۔۔۔ نہیں؟“ اس نے حیرت سے کہا۔

”دو دن قبل تم نے ایک آدمی سڑخان کو اپنی لڑکیوں کی مدد سے نہ صرف ٹوٹ لیا بلکہ اسے زندہ کر بھی کیا تھا۔ سڑخان نے رپورٹ میں لکھوایا ہے کہ تمہاری لڑکی اسے پھانس کر یہاں لائی اور تم نے اس کی جیب سے ڈیڑھ ہزار روپے نکلوا لیے پھر دو تین مردوں نے بل کر اسے خوب پیٹا۔“

”ارہ۔۔۔ تو اس حرام زادے نے یہ لکھوایا ہے۔“ مسز وارنر نے کہا اور لفظ حرام زادے پر حمید کا خون کھولنے لگا۔

”ذرا ٹھہریے۔“ مسز وارنر بولی۔ ”میں سڑخان کو بلاتی ہوں۔ وہ یہیں موجود ہے اور میں ان کے سامنے ہی آپ سے اس مسئلے پر گفتگو کروں گی۔“

”شوق سے بلاؤ؟“ حمید نے کہا اور اس کی نظر سڑخان کی ایک لڑکی کو آنکھ مار دی۔ تینوں لڑکیاں بھی کمرے میں موجود تھیں جسے آنکھ ماری گئی تھی اس نے مسکرا کر منہ پھیر لیا۔

”تم لوگ میری واپسی تک اس مسئلے پر گفتگو نہیں کرو گی؟“ اس نے اپنی لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا اور باہر چلی گئی۔

لڑکیاں حمید کی طرف دیکھ دیکھ کر آپس میں اشارے کرتی اور ہنسنے لگتی۔

”کیا مجھ میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جسے دیکھ کر ہنسی آ سکے؟“

لڑکیاں اندر زور سے ہنسنے لگیں۔ یہ سب جوان تھیں اور ان کے متعلق یہ اندازہ کر لینا مشکل تھا کہ ان میں سے کون سی چھوٹی ہے اور کون سی بڑی۔ ایک جسے حمید نے آنکھ ماری تھی وہ اس سے آنکھیں نہیں ہٹا رہی تھی اور کچھ دبی دبی سی بھی نظر آنے لگی تھی۔ حمید نے سوچا کہ یہ تیزیر معقول رہے گی ورنہ یہ لڑکیاں ہنستی رہیں گی اور وہ خواہ مخواہ خود کو بے وقوف محسوس کرتا رہے گا۔ اس نے باری باری سے بقیہ دو کو بھی آنکھ مار کر ٹھنڈا کر دیا اور پھر حمید آنکھ مارنے کے نفسیاتی پس منظر پر غور کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسز وارنر ایک انگریز کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی اور حمید نے اس انگریز کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔ یہ وہی تھا جس نے اس کے جیڑے پر گھونسا مارا تھا۔ حمید نے

بیچے سے اوپر تک اس کا جائزہ لیا اور اس کا یہ انداز کافی تحقیق آمیز تھا۔ غالباً انگریز نے بھی یہ بات محسوس کر لی۔

”اب پوچھیے، سڑخان سے؟“ مسز وارنر بولی۔

”میں تم سے پوچھتا ہوں۔ اگر یہ تمہارے گواہ ہیں تو ان کی ضرورت عدالت میں پیش آئے گی۔“

”لیکن میں کم از کم حقیقت تو ظاہر کر ہی سکوں گا۔“ سڑخان مسکرا کر بولا۔

”میں اسی سے گفتگو کروں گا جس کے خلاف رپورٹ کھوائی گئی ہے۔“

”رپورٹ کس نے کھوائی ہے؟“ بارن نے پوچھا۔

”کسی سڑخان نے۔“ مسز وارنر نے جواب دیا۔

”فون ہے تمہارے یہاں؟“ بارن نے مسز وارنر سے پوچھا۔ حمید نے اس کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک دیکھی۔

”ہیں۔“

”اچھا تو میں پولیس اسٹیشن سے معلوم کرتا ہوں۔“ بارن نے کہا اور باہر چلا گیا۔

حمید کا چہرہ ایک بار پھر فرق ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ کو توالی میں اس قسم کی کوئی رپورٹ درج نہیں کرانی گئی تھی۔۔۔ اسے توقع تھی کہ وہ یونہی مسز وارنر کو رعب میں سے لے گا ورنہ اس نے کو توالی کے انچارج انسپکٹر جگدیش کو پہلے ہی سمجھا دیا ہوتا۔ اس نے بے چینی سے کمری پر پہلو بدلا۔ فی الحال پھر فریدی پر قرار کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔

”اچھا مسز وارنر؟“ وہ اٹھتا ہوا بولا۔ ”بہتر طریقہ یہی ہوگا کہ میں ایک سڑا سا کانسٹیبل بھیج کر تمہیں کو توالی میں طلب کروں۔“

پھر میں دیکھوں گا تمہارے حکام فیوں کو؟“

مسز وارنر اسے روکتی رہی لیکن وہ بڑی تیزی سے باہر نکلا اور کامیں بیٹھ گیا۔

✱

بارن واپس آیا تو اس نے حمید کو کمرے میں نہیں دیکھا۔ مسز وارنر بہت زیادہ متفکر نظر آ رہی تھی۔

”کہاں گیا؟“ بارن نے پوچھا۔

”دھمکی دے کر گیا ہے کہ میں تمہیں کو توالی میں طلب کروں گا۔“

بارن نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مسز وارنر کی لڑکیاں کمرے سے جا چکی تھیں۔

"تم بالکل بے وقوف ہو ایما" بارن آہستہ سے بولا۔

مسز وارنر کے چہرے پر پہلے تو حیرت کے آثار پیدا ہوئے پھر وہ جھپٹندہ کی طرح سرخ ہو گئی۔ بارن سے اس کی واقفیت صرف چند دنوں پہلے کی تھی۔ لیکن وہ اتنی بے تکلفی سے نہ صرف اُسے اس کی عزیت سے مخاطب کر رہا تھا بلکہ بے وقوف بھی کہہ رہا تھا۔ مسز وارنر اُن عورتوں میں سے تھی جنہیں رکھ رکھاؤ اور آداب کا بڑا خیال ہوتا ہے۔

"مسٹر بارن" وہ خشک لہجے میں بولی۔ "میرا خیال ہے کہ ابھی ہماری جان پہچان بے تکلفی کی حدود میں نہیں داخل ہوئی"۔ "ہم ساہماں سال سے ایک دوسرے سے واقف ہیں" بارن مسکرا کر بولا۔

"مسٹر بارن میں بے تکلفی کی عادی نہیں ہوں"۔ "ایما۔۔۔ پھر کہتا ہوں کہ تم اس بے تکلفی پر فخر کرو گی"۔ "مسٹر بارن" مسز وارنر تقریباً چیخ کر بولی۔

"آہ۔۔۔ لکھا! افسوس ہو گا" بارن مسکرا کر بولا اور اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر مسز وارنر کی طرف بڑھا دیا۔ کارڈ پر جلی حروف میں صرف "لیونارڈ" تحریر تھا۔

مسز وارنر اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے پیر کانپ رہے تھے چند ہی لمحوں میں وہ برسوں کی بیاں نظر آنے لگی۔ "بیٹھ جاؤ" بارن نے نرم لہجے میں کہا۔

مسز وارنر بیٹھ گئی۔ وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان بھر رہی تھی۔

"ہاں تو ایما میں یہ کہہ رہا تھا کہ کو تو الی میں اس قسم کی کوئی رپورٹ نہیں درج کرائی گئی۔ وہ فریدی کا اسسٹنٹ حمید تھا اور وہ کسی پکڑ میں ہے"۔ "مگر آپ"۔

"ہاں تمہیں حیرت ہو گی۔ تم اپنی زندگی میں پہلی بار مجھے دیکھ رہی ہو۔ تم دنیا کی تیسری یا چوتھی ایجنٹ ہو جسے یہ فخر حاصل ہوا ہے"۔ "میں نے اخبارات میں آپ کے فرائض کی خبر پڑھی تھی لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ یہاں تشریف لائیں گے"۔

"فریدی" بارن دانت پیس کر بولا۔ "مجھے فریدی یہاں لایا ہے اور ایما وہ اب رپوش ہو گیا ہے۔ میں اُسے جو ہے کے بل سے بھی نکال کر مار ڈالنا چاہتا ہوں"۔

"اوہ تو وہ مجھے۔۔۔ آپ ہی کی طرف سے ہوئے تھے"۔ "ہاں! ایما وہ بڑا خوش قسمت ہے، لیکن میں اُسے زندہ نہیں

چھوڑوں گا"۔

"لیکن اس کا اسسٹنٹ یہاں کے چکر کیوں لگا رہا ہے؟" اب میں بھی! ہو سکتا ہے کہ اُس دن وہ اُسی کا کوئی آدمی رہا ہو"۔ "اوہ۔۔۔ ایما۔۔۔ وہ خود حمید ہی تھا"۔

"ارے"۔

"ہاں! وہ لوگ جانتے ہیں کہ تم میری ایجنٹ ہو۔ اس لیے وہ تمہارے ذریعہ مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن بات تو جیسے کہ تم حمید کے ذریعے فریدی تک جا پہنچو"۔

"یہ کس طرح ممکن ہے جناب"۔

"بہت آسانی سے تمہاری لڑکیاں اُس سے سب کچھ پوچھ لیں گی"۔

"نہیں جناب! میں اپنی لڑکیوں کو خراب کرنا پسند نہیں کروں گی"۔ "ایما! یہ تم مجھ سے کہہ رہی ہو۔ کیا یہ تمہاری لڑکیاں ہیں؟

تم ایک دن ان سے جو کام لینے والی ہو۔ میں اس سے بھی واقف ہوں۔ کیا یہ تین مختلف تیم لڑکیاں نہیں ہیں جنہیں تم نے لندن کے ایک تیم خانے سے حاصل کر کے پالا ہے؟ کیا یہاں کے درجنوں امیر نادے ان کے چکر میں نہیں ہیں؟ کیا تم اُن سے مستقبل کے وعدوں پر بڑی بڑی رقمیں نہیں وصول کرتی؟ یہ اور بات ہے ایما کہ ابھی تم نے ان سے پیشہ کرنا نہیں شروع کیا"۔

"میں معافی چاہتی ہوں جناب"۔ مسز وارنر گڑا گڑا کر بولی۔ "مگر فریدی کیا جانے کہ میں آپ کے لیے کام کرتی رہی ہوں"۔

"آہ۔۔۔ تم اب تک ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا رہی ہو۔ فریدی میرے ایک ایک ایجنٹ سے واقف تھا اور ہے لیکن وہ تم لوگوں کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مہیا کر سکا اور نہ کر سکتا ہے۔ میں اسے اپنا سب سے بڑا کارنامہ تصور کرتا ہوں کہ میرا کوئی ایجنٹ کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آ سکتا"۔

"مجھے اس کا تجزیہ ہے جناب"۔

"مجھے فریدی کا مردہ جسم چاہیے ایما، اور میں اُسے ہر قیمت پر حاصل کر کے رہوں گا۔ اگر آج تم یا تمہاری لڑکیاں میرے کام آ گئیں تو تم سال بھر کے اندر ہی اندر کروڑ پتی کہلاؤ گی"۔

"میں انتہائی کوشش کروں گی جناب"۔

"شکریہ ایما"۔

وہ چلا گیا اور ایما آدھے گھنٹے تک صوفے پر بے حس و حرکت پڑی رہی۔ اُسے اپنا دل حلق میں جکھن محسوس ہو رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے لیونارڈ کو دیکھا تھا۔

*

حمید بہت شدت سے بور ہو رہا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی زندگی ہی سے بیزار ہو گیا ہو! گلو ریا اس کے لیے ایک مستقل روگ بنی ہوئی تھی۔ وہ کافی حسین تھی۔ مگر وہ نقص! گفتگو کے دوران اس طرح ہونٹ سکڑنا جیسے زکام ہو گیا ہو۔ اپنی اس "ادا" (دیا جو کچھ بھی اسے کہتے ہوں) کی بنا پر وہ بعض اوقات حمید کو ایک ایسی دہقانہ عورت معلوم ہونے لگتی تھی جو ابھی ابھی آٹا گوندھ کر اٹھی ہو۔ حمید کی کھوپڑی عجیب تھی اور اسی کھوپڑی پر ایک ایسی لڑکی مسلط کر دی گئی تھی جس کی وہ شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ شام ہو چکی تھی۔ وہ برآمدے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا اور گلو ریا بھی ساتھ تھی۔ اچانک اُسے پھانک پر مسز وارنر کی سب سے حسین لڑکی دکھائی دی۔

"یہ کون ہے؟" گلو ریا حمید کو گھور کر بولی۔ وارنر کی لڑکی برابر قریب آتی جا رہی تھی۔

"ہو گی کوئی! تم سے مطلب؟ حمید جھنجھلا گیا۔

"اوہ معاف کرنا" گلو ریا شرمندہ ہو گئی۔

لڑکی برآمدے میں آگئی۔ حمید کھڑا ہو گیا۔

"اوہ۔۔۔ کیپٹن"۔ لڑکی گلگلائی۔

"بیٹھو! بیٹھو"۔

"تمی بہت پریشان ہیں"۔ لڑکی بیٹھتی ہوئی بولی۔ "آخریات کیا ہے؟ کو تو الی میں تو کسی نے بھی رپورٹ درج نہیں کرائی"۔ "پر دامت کرو"۔ حمید مسکرا کر بولا۔ "اُس نے مجھ سے شکایت کی تھی اور میں حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا"۔

"حقیقت یہ ہے کہ وہ ہماری کھڑکی کے سامنے کھڑا ایک نظم پڑھ رہا تھا۔ تم خود بتاؤ کیا یہ شریفوں کا طریقہ ہے؟ اس پر مسٹر بارن نے اس کی مرست کر دی۔ کیا وہ تمہارا کوئی دوست ہے؟" "ہاں یہی مصیبت ہے۔ غیر تم جو کچھ کہہ رہی ہو مجھے اس پر یقین آ گیا ہے۔ لیکن یہ مسٹر بارن کون ہے؟"۔

"ہمارا ایک پڑوسی! قریب ہی کے ایک بنگلے میں رہتے ہیں"۔ "چائے لو"۔ حمید نے پیالی اس کی طرف کھینکا دی۔

"شکریہ"۔ پیالی قبول کر لی گئی۔

گلو ریا تھوڑی دیر تک اُسے تنکھی نظروں سے دیکھتی رہی پھر وہاں سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

"یہ کون تھی؟" لڑکی نے پوچھا۔

"میری پرائیویٹ سیکرٹری"۔ حمید پائپ میں تمباکو بھرتا

ہوا بولا۔

"تب تم اُسے چاہتے بھی ہو گے؟ لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں! وہ تمہاری طرح حسین نہیں ہے"۔

"شٹ اپ"۔ لڑکی نے جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "تم نے مجھے آنکھ کیوں ماری تھی؟ اگر تمی دیکھ لیتیں تو"۔

"میں انہیں بھی آنکھ مار دیتا"۔

"تم بے ہودہ بھی ہو"۔ لڑکی یک بیک جھلکائی۔

"پوری بات تو سنو۔ میں انہیں برابر آنکھ مارتا رہتا اور پھر انہیں یقین آ جاتا کہ میری آنکھ میں کوئی نقص ہے"۔

لڑکی بے ساختہ ہنس پڑی۔ "تم بڑے شریر ہو"۔

"تم بہت حسین ہو"۔

"شٹ اپ"۔

"جیسی تمہاری مرضی"۔

"تم میرے ساتھ چلو۔ ورنہ تمی پر ہارٹ ایک ہو جائے گا اور وہ مہینوں کے لیے چار پانی پکڑ لیں گی"۔

"میں ضرور چلوں گا"۔ حمید نے کہا۔

۴۴

حمید جب مسز وارنر کو ہر طرح سے اطمینان دلا کر اُس کے بنگلے سے نکلا تو اندھا بھرا بھیل چکا تھا۔ اس نے اپنی کار بنگلے سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی کی تھی۔ جب وہ کار کی طرف جا رہا تھا تو کوئی آدمی اُسے دھکا دیتا ہوا اس کے قریب سے گزر گیا اور کوئی چیز حمید کے پیروں کے پاس گر گئی۔

"اندھے ہو گیا؟" حمید غر آیا۔ لیکن وہ آدمی مڑا تک نہیں اور پھر کچھ دور جا کر وہ اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

حمید کو اُس چیز کا خیال آیا، جو اُس کے پیروں کے پاس پڑی تھی۔ حمید نے جھک کر اُسے اٹھا لیا۔ وہ ایک لغاف تھا۔ وہ پھر بڑی تیزی سے کار تک آیا۔ جی سے نکل کر ایک جگہ اُس نے کار روک دی۔ وہ دراصل اس لغاف کو کھولنا چاہتا تھا جس پر اُس کا نام تحریر تھا۔ اُس نے اندر کی لائٹ چلا کر لغاف جاک کیا اور پھر تحریر پر نظر پڑنے ہی تو وہی سے لگی اور تالو پڑ گئی۔ تحریر فریدی کی تھی۔ اُس نے ٹکھا تھا۔

"بے کار وقت نہ برباد کرو۔ لڑکیاں بہتیری بل جائیں گی۔ تم نے تیسرا کام ابھی تک نہیں کیا۔ اُسے آج ٹھیک دس بجے رات کو ہونا چاہیے۔ اگر اس میں کوتاہی ہوئی تو تمہاری شامت آجائے گی۔ مجھے۔ تم میرے غصے سے بھی واقف ہو۔" انہیں

”پھر“

”تیرو نمبر والا۔ بڑا شور مچا۔ وہ مجھے مینڈک کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔ میں اپنے گاہکوں کی جادو سب کچھ برداشت کرتا ہوں۔ اس لیے ہنس کر ٹال دیتا تھا۔ آج ابھی دو ہی گھنٹے قبل کی بات ہے۔ میں نے اپنے کاؤنٹر پر ایک بچہ رکھا ہوا دیکھا۔ مجھے حیرت ہوئی۔ بچہ اب بھی کاؤنٹر کے پیچھے بل جاسے گا اور مینڈک بھی موجود ہوں گے۔“

”کیا بک رہے ہو؟“ ایک سب انپکڑنے اُسے ڈانٹا۔

”کیا اب تم دماغ کی خرابی کا ڈھونگ رہاؤ گے؟“

”جانیٹا! دیکھ لیجیے۔ شہزادہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ بچہ پر غلات چڑھا ہوا تھا اور اس میں مینڈک تھے۔ جانیٹا دیکھیے میرا ہزاروں کا نقصان ہوا ہے۔“

”پھر وہی کہو اس“

”ٹھیک ہے۔“ حمید نے سب انپکڑ سے کہا۔ ”مینڈک میں نے بھی دیکھے تھے۔“

”میں سمجھا کہ شاید یہ اُسی حرام زادے کی حرکت ہے۔“

شہزاد بولا۔ ”وہ مجھے مینڈک کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔ اس لیے میں نے غصے میں کہہ دیا تھا۔ میری جگہ جو بھی ہوتا یہی کہتا اور پھر اگر میں نے مارا بھی ہوتا تو اُسی کو جس پر مجھے شبہ تھا۔ گلاش ایک ایسے آدمی کی ہے جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں ہیکل کسی دوسرے آدمی کو کیوں مارنے لگا؟ اور میں نے جناب مجھے ذرہ برابر بھی اس کی پروا نہیں ہے۔ میں بچہ نہیں ہوں۔ ڈاکٹر کی رپورٹ خود ہی بتا دے گی کہ قتل کس وقت ہوا ہے؟“

”تیرو نمبر میں کون تھا؟“ حمید نے پوچھا۔

”نام اور پتا ہوٹل کے رجسٹر سے معلوم ہو جائے گا۔“ شہزاد بولا۔ ”پہلے آپ اس کے پڑوسیوں سے اس کا حلیہ پوچھ لیجیے۔ میں اس وقت سے اب تک آپ کے ساتھ رہا ہوں۔ اس لیے آپ یہ بھی نہ کہہ سکیں گے کہ میں نے اپنے کرائے داروں کو کچھ سمجھا دیا ہے۔“

”مجھے منطق نہ پڑھاؤ۔“ حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

”جتنسا پوچھا جائے اس سے زیادہ نہ کہو۔“

حمید اُسے وہیں چھوڑ کر پھر دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ یہاں اس نے دوسرے کمروں کے کرایہ داروں سے پوچھ کچھ شروع کی اور سب نے یہی کہا کہ لاش اس آدمی کی نہیں ہے، جو اس کمرے میں چار بجے شام تک دیکھا گیا ہے۔ مرنے والا کوئی بھی رہا ہو۔ لیکن

حمید کو اس کے مرنے پر افسوس تھا۔ افسوس یوں تھا کہ وہی ایک ایسا آدمی تھا جس کے ذریعے لیونارڈ تنک رسائی ممکن تھی۔ حمید نے پہلی ہی نظر میں اس بڑے خدارے کا اندازہ کر لیا تھا۔ مرنے والے کے چہرے پر کئی مونیٹریں تھیں اور ہاتھوں کی جھونکیاں تیسری آنکلیوں کے برابر تھیں اور اس کی کئی مونیٹریں نقلی ثابت ہوئی تھیں لیکن گھوڑا نے کیوں اس ہوٹل کا نام نہیں لیا تھا۔ اس نے کوئی دوسرا پتا بتایا تھا، جو اب اُسے یاد نہیں رہ گیا تھا، لیکن فریدی کو اس نے پتا تو لگ کر دیا تھا۔ پھر فریدی کیا کر رہا تھا؟ حمید کافی دیر تک اوپر ہی منزل کی راہداری میں کھڑا سوچتا رہا۔ اسی رات کو فریدی نے تین کام اس کے سپرد کیے تھے۔ تیسرا کام اُس نے اس وقت انجام دیا تھا۔ یعنی مینڈکوں کا بچہ کیوں اس ہوٹل کے کاؤنٹر پر رکھ کر رد عمل کا اظہار کرنا۔

✱

ٹھیک تین بجے حمید گھوڑا کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ آنے پر تیار تھی لیکن اُسے بہت سختی سے روک دیا گیا۔ ہر داس بلڈ تنک کے پندرھویں فلیٹ کا دروازہ باہر سے مقفل نہیں تھا۔ حمید سمجھا شاید اند کوئی ہو۔ اس نے دستک دینے کے خیال سے دروازے پر ہاتھ رکھا اور دروازہ کھل گیا، یعنی وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اندر تاریکی تھی۔ حمید نے ٹارچ روشن کی۔ پورافلیٹ سناں پڑا تھا۔ یہاں تین کمرے تھے اور تینوں کا سامان بے ترتیبی سے پکھرا پڑا تھا۔ کئی جگہ جگے ہوئے کاغذات کے ڈھیر بھی نظر آئے۔ اچانک حمید قدموں کی آہٹ سن کر چونک پڑا۔

”ڈرو نہیں فرزند! اُسے فریدی کی آواز سنائی دی۔ وہ قریب آ کر بولا۔ ”چوٹ ہو گئی۔ تم نے بہت دیر کی۔ اگر یہ کام دو دن قبل ہو گیا ہوتا تو اس کی فوج نہ آتی اور اب ہم ایک بار پھر اندھیرے میں ہیں۔“

”ہمارے مقدر میں اُجالا تھا ہی کب۔“ حمید غڑایا۔ اُسے وہ چوٹ یاد آئی، جس کا نشین اُس کے جگر سے پر بنا تھا۔ اُسے وہ نمبر یاد آیا جس کا کڑوا کیلا پانی اس کے حلق کے پیچھے اتر گیا تھا۔

”ہاں! ہو سکتا ہے۔“ فریدی خشک لہجے میں بولا۔ چلو اب یہاں کیا رکھا ہے؟ میں سب کچھ دیکھ چکا ہوں اور اب یہ بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ لیونارڈ نے اینا کیس بیگ ریکارڈ روم سے کیوں اُڑوا لیا ہے؟“

حمید کچھ نہ بولا۔ ویسے وہ اُس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا

وہ دونوں غلیٹ سے نکل آئے، لیکن اچانک حمید نے محسوس کیا جیسے اندھیرے میں فریدی کسی پر چھپتا ہو۔

حمید جہاں تھا وہیں رُک گیا۔ راہداری تاریک پڑی تھی۔ اس کے باوجود بھی اُسے کامل یقین تھا کہ فریدی وہاں موجود نہیں ہے۔ اچانک اُسے حضور سے ہی فاصلے پر فائر کی آواز سنائی دی، اور اب اُسے خطرے کا احساس ہوا۔ اس کے قدم بڑی تیزی سے زمینوں کی طرف بڑھنے لگے۔ آواز یقیناً نیچے ہی سے آئی تھی۔ لیکن نیچے سنا تھا البتہ شمال کی طرف اندھیرے میں کافی فاصلے پر کسی کاری عقی سرخ روشنی نظر آ رہی تھی۔ پھر اُس نے جو کچھ بھی کیا اُس میں اس کی توت فیصلہ کو دخل نہیں تھا۔ وہ اپنی کاریں پیچ کر اسی سمت چل پڑا۔ حمید کی عقی عقی روشنی نظر آ رہی تھی۔ وہ بتدریج کاری رفتار تیز کرتا جا رہا تھا۔ اچانک عقی سرخ روشنی غائب ہو گئی۔ حمید برابر اسی طرف دیکھتا رہتا تھا لیکن نہ تو وہ اسی بات کا اندازہ کر سکا کہ اگلی کارا اچانک کسی طرف مڑ گئی تھی۔ اور نہ یہی سمجھ سکا کہ آگے کوئی لشیب ہے۔ بس وہ روشنی ایک بیک ای اندھیرے میں گم ہو گئی جیسے کبھی اس کا وجود ہی نہ رہا ہو۔ حمید کی کاری سٹلاش کی روشنی دُور تک سڑک پر پھیل رہی تھی۔ اس نے رفتار کچھ اور تیز کر دی اور پھر چند ہی لمحوں کے بعد اس کی نظر ایک ایسی کاری پر پڑی جو سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ حمید نے یک لخت اپنی کاری رفتار کم کر دی۔ لیکن یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس سے کوئی حواقت سرزد ہونے والی ہے۔ آخر کار اُس نے کار روکنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اُس نے پھر رفتار تیز کر دی۔ اور پھر وہاں سے تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے پر نہ صرف کار روک دی بلکہ انجن بھی بند کر دیا۔ اس کا دایہا ہاتھ لیا اور کسے دُستے پر تھا۔ پانچ منٹ سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ ایک کار فرائے بھرتی ہوئی قریب سے نکل گئی۔ کار وہی تھی، جو حمید کو راستے میں کھڑی دکھائی دی تھی۔ مگر اس بار اس کے اندر بھی روشنی تھی اور ڈرائیو کرنے والی ہر حال میں کوئی عورت تھی۔ ایک ٹیم ٹیم انگریز عورت۔ اُسے پہچاننے کے لیے صرف ایک جھلک ہی کافی تھی۔ یہ مسز وارنر تھی۔

✱

دوسری رات لیڈی پرکاش اپنے ایک دوست کے ساتھ ہائی سکرل نائٹ کلب میں داخل ہوئی۔ وہ اس وقت پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی اور اس کے چہرے کے اطمینان آمیز سکون سے یہ اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ آج کل ذہنی اُلجھنوں کا شکار ہے۔

کیپٹن حمید نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھا۔ وارنر خاندان کی سب سے حسین لڑکی اس کے سامنے گرہ ہو کر رہ گئی تھی۔ اُس نے لڑکی لڑت دیکھا۔ وہ بھی لیڈی پرکاش کو دیکھ رہی تھی۔

”مجھے ساڑھی بہت اچھی لگتی ہے۔“ وہ حمید کے کان کے پاس گنگائی۔

”مگر تم ساڑھی میں بھی اتنی حسین نہیں معلوم ہوگی۔“ حمید بڑبڑایا۔

”ہو نہ ہو۔“ وہ بڑا سائنہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

”ار۔۔۔ کیا تم بڑا مان گئیں، میں تو تو یہی چھپ رہا تھا تمہیں۔“ کہاں تم کہاں وہ۔ مشرق اور مغرب کا فرق ہے، مگر اس وقت مجھے اپنے ڈیڑی بڑی طرح یاد آ رہے ہیں۔“

”کیوں! ڈیڑی کیوں؟“ لڑکی نے حیرت ظاہر کی۔

”وہ اس عورت کو دیکھ کر پاگل ہو جاتے۔“

”اپنے ڈیڑی کے لیے۔۔۔ کیوں کر رہے ہو شش۔“

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ بڑی توجہ سے لڑی پرکاش کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہال میں داخل ہوتے ہی شہزادہ کی معزز لوگ اپنی کرسیاں چھوڑ کر استقبال کے لیے آگے بڑھے تھے۔

”یہ کون ہے؟“ لڑکی نے حمید سے پوچھ لیا۔

”یہ۔۔۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے پہلے اسے کہیں دیکھا ہے۔“

”کوئی امیر عورت معلوم ہوتی ہے۔“

”اد نہ ہوگی۔“ حمید نے کہا۔ ”وہ تم سے زیادہ۔“ انہیں ہے

زیکریشن ہال میں رقص کے لیے موسیقی شروع ہو گئی۔

لڑکی کی ایڑیاں موسیقی کے اتار چڑھاؤ کے مطابق فرش پر گھٹکیں۔

”تمہارا کوئیک اسٹپ (رقص) کیسا ہے؟“

”میرا کوئیک اسٹپ۔۔۔“

حمید جگہ پورا نہیں کر سکا۔ ہائی سکرل نائٹ کلب کا میزجر اس پر جھکا ہوا کہہ رہا تھا۔ ”آپ کا فون ہے؟“

”فون! سہپ۔“ حمید جھنجھلا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے لڑکی سے کہا میں ابھی آیا۔“

حمید میزجر کے ساتھ اس کے آفس میں آیا۔ ریسپورنڈر پر پڑا ہوا تھا۔

”ہیلو۔“

”کون؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”حمید۔ کیپٹن حمید۔“

”آہ۔۔۔ کپتان صاحب ہیں۔“ حمید نے فریدی کی آواز

پہچان لی۔

”دیکھیے کپتان صاحب۔ اس وقت وارنر کی لڑکی کو کھسکا ہی دیکھیے اور اگر آپ اس وقت لیڈی پر کاش کو اپنا ہرقص نہ بنا سکے تو یہ کپکو۔۔۔ کپتان صاحب۔۔۔ کیا کہوں کہ کیا بچنے لگوں گا؟“

”ہام!۔۔۔ اچھا۔۔۔ مگر آپ ہیں کہاں؟“

”بہت قریب۔ اس کی فکر نہ کرو۔“

”ہید کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔“

”یہ لڑکی بہت حسین ہے جناب۔“ ناٹ کلب کے منجر نے کہا۔ ”بقول شاعر۔۔۔“

”ہائیں! منجر۔۔۔ تم ہوش میں ہو یا نہیں؟“

”تم میری لڑکیوں پر نظر رکھتے ہو؟“ حمید نے نکال کر بولا۔

”ارے۔۔۔ خدا کی قسم! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ کمال کر دیا۔۔۔ واہ۔۔۔ بقول شاعر۔۔۔“

”لوپ! میں شعر سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔“

حمید اسے گڑھی میں دھکیلتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔ لڑکی اس کی منتظر تھی۔ اس نے حمید کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے۔

”کیا بات ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”اوہ کیا بتاؤں! بتا نہیں کیا بات ہے؟“

”کیا ہوا؟“

”نہ جانے کیوں یہاں پوچھیں بیس مندر، کس اندر ہی اندر ریڈ کرنے والی ہے؟“

”پوچھیں ریڈ کرنے والی ہے؟“ لڑکی نے حیرت سے ڈہرایا۔

”ہاں مجھے خون پرما بھی اس کی اطلاع ملی ہے۔ ریڈ کا طلب یہ ہے کہ میری ساری رات برباد ہوئی۔ بتا نہیں کتنے گھنٹے صرف ہوں۔ سارے دروازے بند کر لیے جائیں گے اور کوئی باہر نہ جاسکے گا۔“

”اوہو۔ تب پھر مجھے جانے دو۔“

”میں تنہا ہوں ہر کوئی جاؤں گا۔ مجھے تو بہر حال ٹھہرنا پڑے گا۔ نہیں تم نہیں جاسکتی۔“

”نہیں کیسٹیں! مجھے جانے دو۔ اگر دیہ ہوئی تو مٹی پر ایشان ہوں گی۔ ہارٹ ایک ہو جانے گا۔ میں کل پھر ملوں گی۔ جہاں کہو مل جاؤں۔“

”آر لکچنوس۔ ٹھیک نو بجے۔“

لڑکی کھڑی ہوئی اور حمید نے کہا: ”ٹھہرو! میں بھی چلتا ہوں۔ کہیں وہ لوگ تمہیں کپاؤنڈ کے پھاٹک ہی پر نہ لڑک لیں۔“

حمید اسے ٹیکسیوں کے آڈے تک لایا، اجڑ کلب سے زیادہ دور نہیں تھا۔

”کل آر لکچنوس ضرور آنا اور نہ لڑائی ہو جائے گی۔“ حمید ٹیکسی کا دروازہ بند کرتا ہوا بولا۔

”ضرور۔ ضرور۔“

ٹیکسی چلی گئی اور حمید ایک طویل سانس لے کر پھر ناٹ کلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب لیڈی پر کاش وہاں نہیں تھی، جہاں حمید اسے کچھ دیر قبل چھوڑ گیا تھا۔ لیکن اسے یقین تھا کہ وہ باہر نہ گئی ہوگی لیکن ٹیکسیوں کے آڈے پر بھی اس کی نگاہ زیادہ تر

کلب کے پھاٹک ہی کی طرف رہی تھی۔ وہ سیدھا ریکریشن ہال میں چلا گیا۔ کوٹیک اسٹپ کا راؤنڈ چل رہا تھا۔ اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ آخر کار ایک جگہ گیلری میں لیڈی پر کاش اسے

نظر آئی۔ وہ ایک میز پر تنہا تھی۔ گیلری میں بہتری میز پر خالی پڑی تھیں۔ ورنہ حمید تو خود اسی کے ساتھ بیٹھنے کے لیے ایک عمدہ سا

بہانہ تراش سکتا تھا۔ وہ شعلہ قدموں سے چلتا ہوا گیلری میں آیا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی غم آلود نرمی پھیل گئی تھی۔ آنکھوں

میں اداسی کے گہرے یاد تھے۔ اس نے چاروں طرف ایک اچھتی سی نظر ڈالی۔ میز پر خالی میز تھیں لیکن ان سب پر ریزرویشن

کے کارڈ نظر آرہے تھے۔ حمید چاروں طرف نگاہ دوڑاتا ہوا لیڈی پر کاش کے قریب سے گزریا لیکن اس نے ایک بار بھی اس کی

طرف نہیں دیکھا البتہ خود لیڈی پر کاش اسے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ حمید نے پوری گیلری کا چکر لگا ڈالا لیکن ایک بھی ایسی میز نہ

دکھائی دی جس پر ریزرویشن کارڈ نہ ہوتا۔

واپس میں وہ ایک بار پھر لیڈی پر کاش کے قریب سے گزرا لیکن اب وہ بڑبڑاتا ہوا تھا۔ ”کہیں نہیں۔۔۔ کہیں بھی نہیں۔۔۔“

آج کہیں مرنے کے لیے بھی جگہ نہیں ملے گی۔

لیڈی پر کاش نے ایک ایک لفظ سنا اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ جس مقابل کے لیے حمید کافی کشش رکھتا تھا۔

وہ اسے گیلری کے دوسرے سرے تک جاتے دیکھتی رہی۔ حمید سر سے پرزگ گیا۔ کچھ دیر تک دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپانے

کھڑا رہا۔ پھر بڑی تیزی سے اسی طرف مڑا جہاں لیڈی پر کاش بیٹھی ہوئی تھی۔ اتفاق سے گیلری کے اس حصے میں وہ بالکل تنہا تھی۔

حمید بڑی شاندار اینٹنگ کر رہا تھا۔ اب اس کے قدم بڑی تیزی

سے لیڈی پر کاش کی میز کی طرف اٹھ رہے تھے اور پھر اس کے قریب پہنچ کر وہ یکاخت رک گیا۔ لیڈی پر کاش بوکھلا گئی۔

”میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔“ حمید نے کسی اجدگوار کی طرح بھڑ سے کہا۔

”بب۔۔۔ بیٹھیے۔“ لیڈی پر کاش کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکل گیا۔

حمید ایک جھٹکے کے ساتھ بیٹھتا ہوا بولا۔ ”شکر ہے جیسے ہی آپ کے ساتھی آئیں گے میں اٹھ جاؤں گا۔ ڈرا دیکھیے۔“

ساری میزوں پر ریزرویشن کارڈ موجود ہیں۔ میز پر خالی پڑی ہیں، کس سے اجازت لوں اور میں یہاں تھوڑی دیر بیٹھتا چاہتا ہوں۔“

”ضرور۔۔۔ ضرور بیٹھیے۔“ لیڈی پر کاش زبردستی مسکرائی۔

وہ کچھ مریوب سی نظر آنے لگی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی اجنبی اس سے اس طرح بے دھرمک گفتگو کر رہا تھا، ورنہ خود اس کے ہونٹوں

ملاقات بھی اس سے گفتگو کرتے وقت ہکلاتے تھے، اجنبی کی تو بات ہی الگ ہے، لیڈی پر کاش کی دانست میں اس کی شخصیت اتنی متاثر کن تھی کہ جس مقابل کا اس کے سامنے سے ہکلاتے بغیر

گزر جانا ممکنات میں سے نہ تھا۔

حمید کا ہونٹ بھی ایسا تھا جیسے اسے اس کی یا اس کے حُسن کی ذرہ برابر بھی پروا نہ ہو۔

”میں آپ کو بور نہیں کروں گا۔“ حمید نے کہا اور رقص کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کوٹیک اسٹپ کا راؤنڈ چل رہا تھا اور کچھ راکال

کان بھاڑ دینے والی موسیقی سے گونج رہا تھا۔ حمید پھر لیڈی پر کاش کی طرف مڑا کر بولا۔ ”جیسے ہی راؤنڈ ختم ہوگا میں اٹھ جاؤں گا۔“

”آپ بیٹھیے جناب۔“ لیڈی پر کاش بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔ ”میں آپ سے اٹھنے کے لیے تو نہیں کہہ رہی ہیں اس میز پر تنہا ہوں۔“

حمید سوچنے لگا کہ اس کا ساتھی کہاں گیا؟ اور جب وہ آئی تھی تو کئی آدمی اس کے استقبال کے لیے اُٹھے تھے لیکن وہ میز پر تنہا تھی۔

”شکر ہے۔“ حمید نے بے پروائی سے کہا اور پھر رقص کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیڈی پر کاش اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

”یہ کوٹیک اسٹپ ہے۔“ حمید سانس نہ بنا کر بولا۔ ”یا چند گھنٹہ سے پیروں میں کھڑیاں باندھ کر اس پھیل رہے ہیں۔“ پھر

اس نے لیڈی پر کاش کی طرف مڑا کر غصیلے لہجے میں کہا۔ ”یہ لڑکیاں گدھوں کے ساتھ ناچیں گی مگر میرے ساتھ نہیں ناچیں گی۔ آپ خود

تائیے۔ ایک آدمی بھی ایسا دکھائیے جو سلیقے سے رقص کر رہا ہو۔“

”آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ اسی لیے میں تنہا بیٹھنا پسند کرتی ہوں۔“ لیڈی پر کاش بولی۔

میز پر پروگرام کی ایک کاپی پڑی ہوئی تھی، حمید اسے پلٹے لگا۔

”لیجیے۔“ اس نے مسخرانہ لہجے میں کہا۔ ”یہاں وائز اور ٹو فونس ٹروٹ بھی موجود ہیں۔ کمال ہے۔ بھلا یہاں کون ہے؟“

”آپ بہت مشتاق معلوم ہوتے ہیں۔“ لیڈی پر کاش مسکرائی۔

”نہیں میں اس کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا۔ لیکن۔۔۔ ذرا آپ مجھے یہ بتائیے کیا میں صورت سے غیر مہذب یا برا آدمی معلوم ہوتا ہوں؟“

”جس جناب! قطعی نہیں۔“ لیڈی پر کاش نے خندیلے سے کہا۔

”پھر آخر یہ لڑکیاں میری ہرقص بننا کیوں پسند نہیں کرتیں؟“

حمید نے جھلٹائے ہوئے منہ کی طرح کہا۔

اس سوال کا لیڈی پر کاش نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خود بھی اس مسئلے پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے لگی تھی کہ آخر لڑکیاں اس کے ساتھ رقص کرنا کیوں پسند نہیں کرتیں۔

”میں خود ہی اب کسی سے درخواست نہیں کرتا۔“ حمید گردن اٹھا کر بولا۔

”آپ کیا یس گے؟“ لیڈی پر کاش نے پوچھا۔

”شند پانی۔“ مجھے ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا ہے۔“

”کون سی شراب آپ پسند کرتے ہیں؟“

”میں کسی قسم کی بھی شراب پسند نہیں کرتا۔“

”اب نہیں سمجھی۔“ لیڈی پر کاش اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ”لڑکیاں اسی لیے آپ سے دور بھاگتی ہیں۔“

”کس لیے؟“

”یہی کہ آپ کا انداز گفتگو کافی کھردرا ہوتا ہے۔“

حمید کچھ نہ بولا۔ رقص ختم ہو گیا۔ لوگ گیلری میں اپنی اپنی میزوں پر واپس آ گئے۔ لیڈی پر کاش نے دیر سے کافی طلب کی۔ قریب و دور کی کئی میزوں سے لیڈی پر کاش کے کئی شناسا حمید کو بڑی طرح گھور رہے تھے۔ ہائی میں سے کئی ایسے بھی تھے جنہیں کچھ دیر قبل وہ رقص کی درخواست پر مایوس کر چکی تھی۔ لیڈی پر کاش نے حمید کے لیے کافی تیلی اور اس کی طرف کھسکائی ہوئی بولی۔ اس کے بعد وائز کے لیے موسیقی شروع ہوگی، پھر میں دیکھوں گی کہ آپ کتنا اچھا ناچتے ہیں۔“

”کیا میں تنہا ناچوں گا؟“ حمید جھٹکا کر بولا۔

”نہیں۔“ لیڈی پر کاش نے مسکرا کر کہا۔ ”اتفاق سے مجھے بھی اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں وائز بہت اچھا ناچتی ہوں۔“

”اچھا۔! دیکھوں گا! لیکن واضح رہے کہ میری ہر قص کسی قسم کی غلطی کرنے پر عموماً پبلا اٹھتی ہے۔“

”کیوں؟“

”میں اس کے پیر پر بڑی بیدری سے پیر رکھ دیتا ہوں۔“

”فکر نہیں۔ میں غلطی کرنے والوں کی پنڈلی کی ہڈی پر ٹھوکر مارتی ہوں۔“

”اچھا۔۔۔ دیکھیں ہم میں سے کون جیتتا ہے۔“ حمید پتھوں کی طرح ہنس پڑا۔

تھوڑی دیر بعد والز کے لیے موسیقی شروع ہو گئی۔ لوگ گیلری سے اٹھنے لگے، لیڈی پرکاش کا ایک شناسا اس سے درخواست کرنے کے لیے اٹھا ہی تھا کہ وہ حمید کا ہاتھ پکڑ کر گھڑی ہو گئی۔

ایک بار پھر ہال میں زندگی کی ہر دور گئی۔ دوسری طرف گیلری میں ایک آدمی اپنے ساتھی سے پوچھ رہا تھا۔ ”یہ لیڈی پرکاش کس کے ساتھ تاج رہی ہے؟“

”کیپٹن حمید۔ اس کے ساتھی نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔ ”پڑانا عورت خور۔ شاید تم نے بھی لیڈی پرکاش سے رقص کی درخواست کی تھی۔“

”او نہ ختم بھی کر دیار۔“ دوسرا بولا۔ ”بھلا ان باتوں کی پروا کون کرتا ہے؟ وہ بے کیا چیز؟ اس سے بہتر عورتیں میرے ساتھ رقص کرنے پر غور کرتی ہیں اور پھر ہو سکتا ہے آج اس کا موڈ ٹھیک نہ رہا ہو۔“

دوسری طرف لیڈی پرکاش حمید سے کہہ رہی تھی۔ ”واقعی آپ مشتاق ہیں۔ میں مانتی ہوں۔“

”اور میں بھی یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ مجھے آپ کے پیر پر پیر رکھنے کا موقع نہیں مل سکتا۔“

”آپ کہاں رہتے ہیں؟“

”جہاں دل چاہتا ہے رہ جاتا ہوں۔“

ایسا نکلاؤ ڈا سپیکر جھنجھنے لگا۔ ”لیڈی پرکاش پیڑا فون پر آپ کی کال آئی ہے اور یہ بہت ضروری ہے۔“

لیڈی پرکاش اس طرح ایک جھٹکے کے ساتھ حمید سے الگ ہو گئی۔ جیسے یہ پیغام ان کے درمیان تلوار بن کر گرا ہو۔

حمید نے لیڈی پرکاش کی حالت میں بہت بڑا تفر محسوس کیا۔ اس کے چہرے پر ذہنی انتشار کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

”کیا مطلب ہے؟“ حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”میری کال ہے۔“

”کون ہے؟“

”کون ہے؟“

”کون ہے؟“

”کون ہے؟“

”میں ابھی آتی ہوں۔“

”نہیں! اب میں نہیں ناچوں گا۔“

”میں ابھی آئی۔ لیڈی پرکاش تیزی سے چلی گئی۔“

”میجر اپنے آفس کے سامنے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر وہ حقیقت سا جھکا۔“

”لیڈی پرکاش! آپ کا فون ہے۔“

”شکریہ۔ میں دیکھتی ہوں۔“ لیڈی پرکاش اس کے آفس میں چلی گئی۔

اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ ریسورس تھاتے وقت اس کا ہاتھ بڑی طرح کانپ رہا تھا۔

”ہیلو۔“

”ہیلو! لیڈی پرکاش۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”میریائے نیئر کی پھیلیاں۔“

”او۔۔۔ آپ ہیں! کیا آپ مجھے کہیں سکون دینے دیں گے۔“

”تم حرکتیں ہی ایسی کر رہی ہو۔ ابھی تم کس کے ساتھ ناچ رہی تیں۔“

”کیوں؟ میں نے اس کا نام نہیں پوچھا۔“

”لیڈی پرکاش۔ کان کھول کر سن لو۔ میں اپنا مطالبہ ہر صورت میں پورا کروں گا، خواہ تم کسی سے بھی جوڑ توڑ کرو۔ مجھے شک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ضرورت پڑی تو میں تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“

”غیر ختم کرو۔ دوسری طرف سے تلخ لہجے میں کہا گیا۔ ”اب میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ ویسے اس شہر میں ایک ایسا آدمی بھی ہے، جو ان چیزوں کو چار لاکھ میں بھی خرید لے گا۔“

”دیکھیے۔ صرف ایک ہفتے کی مہلت اور دیکھیے میں انتظام کر رہی ہوں۔“

”کیپٹن حمید اور کرنل فریدی بھی اس انتظام میں شامل ہیں۔“

دوسری طرف سے طنز اُچھا گیا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے ان دونوں کے صرف نام سنے ہیں۔ آج تک ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یقیناً آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔“

”لیڈی پرکاش مجھے صندہ دلاؤ ورنہ میں تمہاری زندگی برباد

کر دوں گا۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ ابھی تم کیپٹن حمید کے ساتھ ناچ رہی تھیں اور وہ اب بھی ریکریشن ہال میں ہتھارا انتظار کر رہا ہے۔“

”وہ کیپٹن حمید ہے۔ لیڈی پرکاش حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔“

”اتنا میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ مجھ تک نہ پہنچ سکیں گے، لیکن کم از کم یہ دنیا تمہارے لیے تو جہنم ہی بن جائے گی۔“

”کچھ بھی ہو سکتا ہے آپ سے اسد عارفوں کی کہ مجھے پبلک مقامات پر نہ کال کیا کریں۔“

”لیڈی پرکاش! تمہیں ایک ہفتے کی مہلت اور دی جاتی ہے اور یہ آخری مہلت ہوگی۔“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ لیڈی پرکاش ریسورس کوٹنگ پر رکھ کر ٹاکر آتی ہوئی تپتے ہوئے اس کے چہرے پر پسینے کی ٹوندیں پھوٹ آئی تھیں۔ اس نے اپنا ونٹی بیگ کھول کر آئینہ نکالا اور پسینہ خشک کر کے جلدی جلدی میک اپ درست کرنے لگی۔ پھر دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ میجر ہال موجود نہیں تھا۔ ریکریشن ہال میں اب سناٹا تھا۔ راؤنڈ فٹم ہو چکا تھا اور تمام گیلری میں تھے۔ اس نے حمید کو اپنی ہی میز پر بیٹھے دیکھا تھا۔ حمید نے دور ہی سے محسوس کر لیا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے اضطراب کو مسکراہٹ میں چھپانے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن آنکھیں بدستور ذہنی انتشار کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔ وہ ایک طویل سانس لے کر بیٹھ گئی۔

”آپ نے بڑا تو نہیں مانا؟“ اس نے حمید سے پوچھا۔

”گراں ضرور گزرتی ہیں ایسی باتیں۔“

”اوہ۔۔۔ مجھے افسوس ہے۔ ایک بہت ضروری کال تھی۔“

لیڈی پرکاش نے یہ عجیبو غریب آواز میں کہا۔ حمید براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ اٹھا۔ لہذا اس نے اس ہلکے سے تغیر کو فوراً ہی محسوس کر لیا، جو اس جھلکے کو ادا کرتے وقت ان میں واقع ہوا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر لیڈی پرکاش نے پوچھا۔

”آپ کیسے متعلق کچھ نہیں بتایا۔“

”اور نہ میں نے ابھی تک آپ کے متعلق پوچھا ہے۔“

حمید نے جواب دیا۔

”آپ کون ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟۔۔۔ اور۔۔۔“

”کہاں رہتے ہیں؟“ حمید نے اس کا جھجکا پورا کرتے ہوئے کہا۔ ”میں اس وقت ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔ ورنہ میں آپ کو ہرگز یہ نہ بتاتا کہ میں کیپٹن حمید ہوں۔ نام تو آپ نے سنایا ہو گا۔۔۔ اور

میرا تعلق محکمہ سرائے سانی سے ہے۔“

لیڈی پرکاش اس کی صاف گوئی پر ششدر رہ گئی۔ میجر کے آفس سے آتے وقت وہ سوچتی آئی تھی کہ اگر وہ کیپٹن حمید ہی ہے تو یقیناً میری ٹوہ میں ہو گا اور کبھی اپنی اہلیت نہ ظاہر کرے گا۔

حمید نے بھی اس میں تبدیلی محسوس کر لی تھی اور دفعتاً اس کا ذہن اس فون کال کی طرف متوجہ ہو گیا جس کے اعلان پر لیڈی پرکاش مضطربانہ انداز میں اس سے الگ ہو گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا وہ کال لیونارڈ کی طرف سے تھی؟ اس کے طریقوں سے تو وہ واقعہ ہی تھا۔ وہ اپنے شکار کو زیادہ سے زیادہ خوفزدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے فون پر اسے اسی بات سے آگاہ کیا ہو کہ وہ اس وقت حمید کے ساتھ ہے۔

”میں نے آپ کا نام سنا ہے۔“ لیڈی پرکاش خشک لہجے میں بولی۔ ”کیا اس طرح تعارف حاصل کرنے کا کوئی خاص مقصد تھا؟“

”جی ہاں۔“ حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا اور لیڈی پرکاش کے چہرے پر ایک سایہ سا گر گزر گیا۔ لیکن آنکھوں سے بدستور انتشار ظاہر ہوتا رہا۔

”کیا مقصد تھا؟“ لیڈی پرکاش نے اپنے لہجے میں سختی پیدا کرنے کی کوشش کی۔

”مقصد حاصل ہو گیا۔“ حمید مسکرا کر بولا۔ ”میں نے اس وقت دو ہزار کی شرط جیتی ہے۔“

”یعنی۔“

”ایک دوست نے کہا تھا کہ آج لیڈی پرکاش رقص کے لیے کسی کی بھی درخواست قبول نہیں کریں گی۔ ٹوڈ ہیٹ خراب ہے۔ بات بڑھ گئی۔ معاملہ دو ہزار کی شرط پر پہنچ کر ختم ہو گیا اور دو ہزار میرے ہیں۔ میں آپ کا شکور ہوں۔“

حمید تیزی سے اٹھ کر احتراماً تھوڑا سا جھکا اور فوجیوں کے انداز میں داہنی ایڑی پر گھٹوم کر ریکریشن ہال سے نکل چلا گیا۔

محکمہ سرائے سانی کے سارے انپکٹر لیونارڈ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ فریدی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا اور سرکاری رپر حمید کو ایک ایسے گروپ کے ساتھ کام کرنا تھا جس میں انپکٹر آصف بھی شامل تھا۔ احکامات براہ راست ڈی۔آئی۔ جی کے آفس سے آئے تھے، اس لیے حمید دم نہ مار سکا۔ ورنہ آصف جیسے لوگوں سے بیاہ کرنا کم از کم اس کے پس کا روگ تو نہیں تھا اور تمہرے کہ آصف سینیارٹی کی بناء پر اس ٹولی کا انچارج بنا دیا گیا تھا۔ آصف فریدی

کسے جرم میں

دولہ کے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ موٹر سائیکل پر سوار جا رہے تھے۔ چوراہے پر ایک پولس مین نے انہیں روکا۔ لیکن وہ رُکے بغیر ہی بڑھتے رہے۔ پولس مین نے ان کا تعاقب کیا اور بڑی مشکل سے ایک میل دور جا کر روکنے میں کامیاب ہو گیا اور غصے سے بولا "میرے اشارے پر رُک کے کیوں نہیں؟"

"بریک خراب ہو گئے ہیں۔ رُکتے کیسے؟" ایک لڑکے نے جواب دیا۔

"نمبر ٹیٹ کہاں ہے؟" "رجسٹریشن ہی نہیں ہوئی تو نمبر ٹیٹ کہاں سے ملے گی؟" دوسرا لڑکا بولا۔

"لائسنس دکھاؤ۔" پولس مین نے کہا۔ "ابھی تو عمر ہی کم ہے۔ لائسنس کہاں سے ملتا؟" "تم اتنی تیزی سے کیوں جا رہے تھے؟" "دراصل ہم لٹے میں تھے اس لیے جلد گھر پہنچنا چاہتے تھے۔"

"پولس اٹیشن چلو!" "آخر آپ ہیں کس جرم میں پولس اٹیشن لے جانا چاہتے ہیں؟" ایک لڑکا بولا۔

احمد نذیم فاضلی

پھولوں سے لہو کیسے ٹپکتا ہوا دیکھوں... آنکھوں کو بچالوں کہ حقیقت کو بدل دوں حق بات کہوں گا مگر اسے مجزات اظہار جوابات نہ کہنی ہو، وہی بات نہ کہ دوں سناٹے اڑا دیتے ہیں آواز کے پُرزے یادوں کو اگر دشتِ محبت میں پکاروں مٹی نہیں جب موت بھی مانگے تو یارب ہوا ذن تو میں اپنی صلیب آپ اٹھالوں

اور حمید کا بڑا ناڈن تھا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے یہ دونوں زمین سے آسمان پر پہنچ گئے تھے۔ انپکڑوں میں آصف سب سے سینئر تھا لیکن کارکردگی میں صفر کے برابر ہونے کی بنا پر آفیسروں کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ لیکن اس بار اپنے لیے عزت افزائی کا پروانہ دیکھ کر اسے کافی دیر تک یقین نہیں آیا۔ ماتحتوں میں حمید کا نام دیکھ کر تو اس کی بائیس کھل گئیں۔ سب سے پہلے اس نے حمید ہی کو طلب کیا۔

"حمید"

"کیپٹن حمید" حمید نے تصحیح کی۔

"میں بدتمیزی نہیں پسند کرتا۔"

"کیپٹن حمید" حمید ایک لفظ پر زور دیتا ہوا بولا۔

"اگر آپ نے اب مجھے صرف حمید کہا تو میں آپ پر تک عزت کا دعویٰ دائر کر دوں گا۔ مجھے جناب۔ ڈی۔ آئی۔ جی تک مجھے کیپٹن کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔"

"فریدی کہاں ہے؟"

"سبحان اللہ۔ کیا یہ بھی میرے فرائض میں داخل ہو گا؟ حمید بڑا سائنہ بنا کر بولا۔

"قطعاً تمہیں بتانا پڑے گا کہ فریدی کہاں ہے؟"

"کنل فریدی" حمید نے تصحیح کی۔

"اچھی بات ہے۔ میں تمہیں دیکھوں گا۔"

"دن ہی دن دیکھیے گارات کو میں عموماً نظر نہیں آیا کرتا۔"

"شت آپ"

"آصف صاحب اگر دن بھر کھرکے کے باہر پھینک دوں گا! کچھ زبان سمجھا لینے اپنی۔۔۔ کیپٹن کا اعزاز مجھے اس لیے نہیں ملا ہے کہ انپکڑ صاحبان چھ پر دھونس جھانے کی کوشش کریں۔ ویسے آپ ہم لوگوں کے انچارج بنائے گئے ہیں۔ بنے رہیے! لیکن یہ بھی اسی وقت تک ہو گا جب تک آپ شرافت سے پیش آئیں گے۔"

"میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"

"شکریہ" حمید کمرے سے نکل گیا۔

اسی شام کو آصف نے اسے کیواس ہوٹل کی نگرانی پر مقرر کر دیا۔ اسے رات بھر کیواس ہوٹل کے صدر دروازے کی نگرانی کرنی تھی۔ لیکن اسے مجبوراً کہنا چاہیے کہ حمید بارہ بجے تک ہوٹل ڈی فرائس میں وارننگ لڑا کی کے ساتھ ناچتا رہا اور پھر اس کے بعد گھر جا کر

سو گیا۔ دوسری صبح اس نے آصف کے سامنے جو تحریری رپورٹ پیش کی وہ یہ تھی۔ چھ بجے شام سے چار بجے صبح تک کیواس ہوٹل کے صدر دروازے کی نگرانی کرتا رہا۔ آٹھ بجے تک کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ تیس اُس وقت تک کسی لڑکی کی آمد کا انتظار کرتا رہا جب تک کہ ہوٹل بند نہیں ہو گیا۔ لیکن ایک بھی لڑکی وہاں جاتی نہیں دیکھائی دی۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہاں لڑکیاں نہیں جاتی اور وہ ایک خرد کلاس ہوٹل ہے۔ ہوٹل بند ہو جانے کے بعد بھی میں صدر دروازے کی نگرانی کرتا رہا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ صدر دروازہ اب بھی اپنی جگہ پر موجود ہے، میری ذاتی رائے ہے کہ صدر دروازے سے نیک چلنی کی ضمانت طلب کرنی چاہئے۔"

آصف نے یہ مختصر سی رپورٹ دیکھی اور غصے میں ہل کھا کر رہ گیا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ تھوڑی دیر بعد حلق پھاڑ کر چیخا۔ "میں اسے ایس۔ پی کے سامنے پیش کر دوں گا۔"

"ضرور کیجیے" حمید نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ "اوپر آپ کی تحریر تو میرے پاس محفوظ ہی ہے۔ اس تحریر میں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ میں رات بھر کیواس کے صدر دروازے کی نگرانی کرتا رہا۔ چنانچہ میں کرتا رہا۔ ٹھیک چار بجے گھر واپس گیا۔ نگرانی کی رس رفاقت سے واقف نہیں تھا۔ اس لیے اپنی سمجھ کے مطابق یہ رپورٹ ترتیب کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا فیصلہ حاصل کر رہا ہوں۔"

"تم نگرانی کے مقصد سے واقف نہیں تھے۔ آصف نے جھلا کر کہا۔

"قطعاً نہیں۔۔۔ جناب انپکڑ صاحب۔"

"کیا کچھ دن قبل کیواس میں ایک قتل نہیں ہوا اور قمر حیرت انگیز طور پر وہاں پہلے سے موجود نہیں تھے؟"

"آہ۔۔۔ ٹھیک اب یاد آیا۔۔۔ لیکن دروازے کی نگرانی کا کیا مطلب تھا؟"

"کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ صدر دروازے کی نگرانی کا؟"

"آج رات کو مراقبہ کر کے کل جواب دوں گا۔" حمید نے بے پروائی سے کہا اور فوجیوں کے انداز میں ایڑیاں بجاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

اس وقت کمرے میں آصف اور انور کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ دروازے کو بڑی سخت ہوتی۔ حمید کی رپورٹ اٹھا کر اس نے اس کے پُزے پُزے اڑا دیے۔ وہ اس واقعے

کو آگے بڑھاتا بھی تو کس بنا پر۔ حماقت خود اُسی سے ہوتی تھی۔ اس نے حمید کو تحریری حکم دیا تھا کہ اسے کیواس کے صدر دروازے کی نگرانی کرنی ہے، لیکن اس میں اس کا تذکرہ نہیں تھا کہ اس سے اس کا مقصد کیا ہے؟ اگر وہ اس معاملے کو آگے بڑھاتا تو اسے شرمندگی ہی اٹھانی پڑتی۔ ویسے اس حرکت کا مقصد حمید کو پریشان کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ ادھر حمید نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ اگلا پچھلا صاحب اسی بار بیباق کر دے گا۔ شام کو آصف سے ٹکلتے وقت اس نے محسوس کیا کہ آصف اس کی تاک میں ہے اور یہ حقیقت تھی کہ آج آصف باقاعدہ طور پر حمید کا تعاقب کرتا رہا تھا۔ حمید جھوٹی آسن میں تھا۔ اس لیے آصف کو ٹیکسی کرنی پڑی اور حمید نے تہیہ کر لیا کہ آج ٹیکسی ڈرائیور کو کافی فائدہ پہنچا۔ "بغیر نہیں رہے گا۔ اس نے آر لکچونیوں کو کرکڑا سنا تھا کیا۔ آصف اس وقت بڑی مہارت کا ثبوت دے رہا تھا۔ حمید جب ویٹر کوناشے کے لیے ہدایات دے رہا تھا وہ بڑی پھرتی سے ڈائننگ ہال میں داخل ہو کر ایک قریبی کین میں گھس گیا۔ حمید نے اسے کن کینوں سے دیکھا۔ آر لکچونیوں اس نے سات بجادیے۔ کچھ دیر تک کاؤنٹر کلرک سے جھڑپھا کرتا رہا۔ پھر وارننگ لڑا کی اگلی کیونکہ آج کل وہ دونوں آر لکچونیوں ہی بل رہے تھے۔ سات بجے وہ آر لکچونو سے نکلے۔ آصف بھی کینج سے نکل کر باہر آیا۔ حمید کی کادرشہر کی گلیوں کے چکر لگانے لگی۔

"کیا بات ہے؟" لڑکی بولی۔ "آج تم آر لکچونیوں کے نہیں؟"

"روزانہ ایک ہی قسم کی تفریح کھل جاتی ہے۔ آج کچھ اور دیکھیں گے۔"

کار سڑکوں پر چلائی رہی اور آصف ایک ٹیکسی میں اس کا تعاقب کرتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ حمید فریدی کے ٹھکانے سے ضرور واقف ہو گا اور دروازہ کم از کم ایک ہی بار اس سے ضرور ملنا ہو گا۔ اگر اس طرح وہ فریدی ہی کے ٹھکانے سے واقف ہو گیا تو یہ بھی اس کے لیے ایک بہت بڑا کارنامہ ہو گا کیونکہ ڈی۔ آئی۔ جی ہر حال میں فریدی کا سراغ چاہتا تھا۔ آٹھ بجے حمید نے کار ایک گھٹیا سے شراب خانے کے سامنے روک دی اور لڑکی سے یہ کہتا ہوا نیچے اتر گیا کہ وہ اس کا انتظار کرے۔ شراب خانہ بنا نام تم کا تھا۔ آصف کو کچھ سوچنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس نے تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی روکوا دی۔ حمید شراب خانے میں داخل ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شراب خانے سے نکل کر پھر کار میں آ بیٹھا۔

"کیا کرتے پھر رہے ہو تم؟" لڑکی منمنائی۔

میں اب نہیں نہ زکوں گا۔ حمید نے کہا اور کارڈ اسٹارٹ کر دی۔ آصف کی جیسی پراس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس بار حمید نے اپنی گاڑی اس سڑک پر ڈال دی جو تار جام کی طرف جاتی تھی۔

”ہائیں کدھر جا رہے ہو؟“ لڑکی گھبرائے ہوئے لیجے میں بولی۔ وہ شہر سے باہر نکل آئے تھے۔

”پر وامت کرو“

”نہیں واپس چلو“

”تجھے دیکھو“ حمید نے کہا۔ ”ایک کار آرہی ہے۔ اس میں ایک ایسی عورت ہے جو مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ میں اُسے بے وقوف بنانا چاہتا ہوں۔“

لڑکی مڑ کر دیکھنے لگی۔

”ہاں ہے تو“

”بس دیکھتی جاؤ۔ تھوڑی دُور اور آگے جا کر مہا چانک مڑیں گے اور پھر مڑا آجائے گا۔“

”کیا مڑا آجائے گا؟ نہ جانے تم کیا بگ رہے ہو؟“

”وہ عورت“ حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”زبردستی تلو“

کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے میں چار بجے شام سے اس کا پیڑل چکوا رہا ہوں۔ کار اس کی اپنی نہیں بلکہ ٹیکسی ہے۔ اس کے میٹر نے اب

تک کم از کم پچاس یا پچھپن میل بنائے ہوں گے۔“

حمید نے جملہ ختم کر کے کار موڑ لی اور اس کا رخ اب پھر

شہر کی طرف تھا۔ سامنے سے آتی ہوئی کار زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔

اچانک وہ ترچھی ہو کر حمید کی راہ میں محال ہوئی۔ اگر حمید یکلاخت پور سے

بریک نہ لگاتا تو ایک سیڈنٹ لازمی تھا۔ لڑکی کا سر ڈیش بورڈ سے

ٹھکراتے ٹھکراتے بچا اور اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ حمید نے

تین چار آدمیوں کو سامنے والی کار سے کودتے دیکھا اور دیکھتے

ہی دیکھتے اُن لوگوں نے حمید کی کار کو گھیر لیا۔

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور چپ چاپ باہر نکل آؤ۔“

کسی نے گرج کر کہا اور اُن دونوں پر نارنج کی روشنی پڑی۔ حمید اپنا

ہاتھ چپ تک نہیں لے جاسکا کیونکہ اس کی پیشانی سے ایک

ریلوے کی نال آگ لگی تھی۔

”گھینچ کر باہر نکال لو“ ان آدمیوں میں سے ایک نے

ٹھکانہ لپٹے میں کہا۔

بہر حال چند ہی لمحوں میں حمید پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ

وہ کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے کیونکہ اُسے بے قابو کر کے

اُس کے ہاتھ پیر باندھے جا رہے تھے اور لڑکی قریب ہی کھڑی

کانپ رہی تھی۔

✽

ٹھکے کسے لیے فریدی کی طرح حمید بھی غائب ہو گیا۔ دو

دن ہو گئے لیکن اس کا کہیں سراغ نہ ملا۔ آصف تو بکلا ہی بیٹھا تھا۔

اُس نے وہ وہ زہر افشائیاں کیں کہ خدا کی پناہ۔ دو دن قبل جب وہ

حمید کا تعاقب کر رہا تھا تو اُسے شہر ہی میں اس کا پیچھا بھڑوٹا دینا پڑ

تھا۔ دفعۃً ایک جگہ ٹیکسی ڈرائیور سے اس نے پوچھ لیا کہ کتنے میل

بنے ہیں اور پھر جواب میں ”تیس میل“ سن کر اُسے اپنا پرس یاد آیا

جس میں ہرگز اتنی رقم نہیں تھی، جو اس سے زیادہ سفر کا بار اٹھانے لگی۔

بھور اُسے تعاقب کا خیال ترک کر دینا پڑا تھا۔ حمید کے غائب

ہو جانے پر اُس نے ٹھکے کو رپورٹ دی کہ وہ ایک انگریز لڑکی کے

ساتھ تار جام کی طرف جاتا ہوا دیکھا گیا تھا۔ تیس دن مسوار نے

اپنی لڑکی کی گمشدگی رپورٹ درج کرانی اور خبر غلامیہ کہ اُس سے کیپٹن

حمید نے اغوا کیا ہے۔ آصف کی باپچیں کھل گئیں، کیونکہ وہ بھی اپنی

رپورٹ میں ایک انگریز لڑکی کا حوالہ دے چکا تھا۔ اس شام کے

اخبارات نے اغوا کی اس سنسنی خیز خبر کی سرفیال نیت سے انداز

میں چھاپیں اور ہا کرول نے تو آسمان سر پہ اٹھا لیا۔

✽

گلو ریا اب بھی فریدی کی کوٹھی میں مقیم تھی۔ اُس نے بھی اس

اغوا کی خبر سنی اور دونوں ہاتھوں سے سر ہٹا لیا۔ وہ سچ بچ اپنی

بہتری توقعات حمید سے وابستہ کر بیٹھی تھی۔ اس کی کچھ میں نہیں آ رہا

تھا کہ اب وہ کیا کرے؟ وہاں ٹھہرے یا چلی جائے؟ اُسے کوٹھی کے

نوکرروں کی آنکھوں میں اپنے لیے سنہرے نظر آنے لگا تھا۔ آخر اُس نے

فیصلہ کیا کہ وہاں سے چلا جاتا چاہیے۔ وہ آدمی جس نے اُسے

اس مصیبت میں پھنسا یا تھا۔ کیوں اس ہوٹل میں قتل کر دیا گیا تھا۔ لہذا

اب اس کی دانست میں خود اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس

نے ایک بوڑھے نوکر پر اپنا ارادہ ظاہر کیا لیکن اس نے جواب میں کچھ

نہیں کہا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کے متعلق نوکرروں کو کسی قسم کے احکامات

نہیں دیے گئے تھے۔ بہر حال اُس نے اپنا سوٹ کیس اٹھا لیا اور

چل پڑی۔ نوکرروں نے اسے جاتے دیکھا لیکن حیرت کا اظہار نہیں کیا۔

✽

مسوار نے بے خبر سو رہی تھی۔ اچانک ہنگامے کی آواز سن

کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کی دونوں لڑکیاں شاید اس سے پہلے

ی جاگ گئی تھیں۔ یہ فائروں کی آوازیں تھیں اور قریب سے ہی

آتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ساتھ ہی آدمیوں کے چیخنے کا شور بھی

مستانی دے رہا تھا۔ وہ بوکھلا کر برآمدے میں نکل آئی۔ اور پھر حقیقت

ظاہر ہونے میں دیر نہیں لگی۔ مسوارن کے جنگلے پر پولیس نے ریڈ

کیا تھا۔ اندر سے بھی گولیاں چل رہی تھیں۔ مسوار نے چکر اکر دو چار قدم

پیچھے ہٹ آئی۔ وہ چند لمحے اسی طرح کھڑی رہی پھر اپنی لڑکیوں سے

گھبرائے ہوئے لیجے میں بولی۔

”چلو۔۔۔ اندر چلو۔۔۔“ وہ انہیں اندر جانے کے لیے

دھکیلنے لگی۔

”کیوں تھی؟۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟“

”ممی کی بجی اندر چل“

اس نے اُنہیں دھکیل کر اندر کیا اور دروازہ بند کرتے

ہوئے بڑبڑائی۔

”خدا رحم کرے“ پھر لڑکیوں کی طرف مڑ کر بولی۔ ”جاؤ اپنے

کمروں میں جاؤ۔“

”کیوں تھی؟ مسوارن۔“

”چلی جاؤ“ مسوارن بھلا کر چیخی۔

دونوں لڑکیاں چلی گئیں۔ مسوارن کے چہرے پر زردی

چھا گئی تھی اور اس کا سینہ لوہار کی دھونکی کی طرح پھول اور پھپک رہا

تھا۔ اُس نے اپنے سینے پر ہاتھوں سے صلیب کا نشان بنایا۔

کچھ دیر تک اسی حالت میں کھڑی رہی لیکن ذہنی انتشار میں اضافہ

ہی ہوتا گیا۔ اچانک فائروں کی آوازیں آئی بند ہو گئیں اور یہ سناٹا

بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی نے نزع کے انتشار کے بعد دم

توڑ دیا ہو۔ مسوارن تک صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے پیر زری طرح

کانپ رہے تھے۔ بھورہ اپنے برآمدے میں بھاری قدموں کی

آواز سن کر اچھل پڑی۔ کوئی باہر سے گھنٹی بج رہا تھا مسوارن نے جس

و حرکت بیٹھی رہی۔ تین چار بار گھنٹی بجی اُس کے بعد دروازہ پٹیا

جانے لگا۔ مسوارن اپنی حالت سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔

”کون ہے؟“ اُس نے انتہائی کوششوں کے بعد اپنے حلق

سے غصیلی سی آواز نکالی۔

”پولیس“ باہر سے آواز آئی۔ ”دروازہ کھولو“

وہ آگے بڑھی اور جی کڑا کر کے دروازہ کھول دیا۔ سامنے

فریدی کھڑا تھا۔ اُس کے بال بے ترتیبی سے پیشانی پر بکھرے ہوئے

تھے اور چہرے پر دو ایک جگہ گہری خراشیں نظر آرہی تھیں جن سے

خون لکھ کر جم گیا تھا۔

”کھیل ختم ہو گیا“ مسوارن نے وہ مسکرا کر بولا۔

”کیسا کھیل؟ آپ کون ہیں؟“

”تم مجھے اچھی طرح پہچانتی ہو اور حیل بھی تمہارے لیے نیا

نہیں۔ بارن کے ہتھکڑیاں لگ چکی ہیں۔“

”کیوں؟۔۔۔ کیا مسوارن نے؟“ مسوارن حیرت انگیز

طور پر دلیر ہوتی جا رہی تھی۔

”اُسے اسی بات کا تو افسوس ہے کہ وہ کچھ کر نہیں پایا۔“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“

”میں عبرانی یا لاطینی زبان میں گفتگو نہیں کر رہا ہوں۔“ فریدی

نے خشک لیجے میں کہا اور پھر اپنے پیچھے کھڑے ہوئے سب انسپکٹر

کی طرف مڑ کر بولا۔ ”اسے بھی حراست میں لے لو۔ یہ لیونارڈ کی

ایجنٹ ہے۔“

”نہیں!“ وہ ہڈیانی انداز میں چیخی۔ ”یہ غلط ہے۔ میں کسی

لیونارڈ کو نہیں جانتی۔“

”غالباً یہ نام بھی تمہارے لیے نیا ہو گا۔“

”میں کسی لیونارڈ کو نہیں جانتی۔“

”آفسیو اتم اسے حراست میں لے لو۔“ فریدی نے سب انسپکٹر

سے کہا اور اس نے بڑی بے دردی سے مسوارن کے ہاتھ میں ہتھکڑی

لگادی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ مسوارن زباں گلوں کی طرح چیخی۔ ”یہ کیا

ہو رہا ہے؟“

”کیا تم لیونارڈ سے واقف نہیں ہو؟“ فریدی نے پُرسکون

لیجے میں پوچھا۔

”نہیں نہیں۔ نہیں۔“

”آج۔۔۔ چھا۔“ فریدی چاروں طرف سے دیکھتا ہوا بولا۔

پھر وہ ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اُسے کھول کر ایک ونٹی بیگ

نکالا۔ یہ مسوارن ہی کا تھا۔ فریدی نے اُسے کھول کر میز پر پلٹ

دیا اور پھر لڑکی ہوئی چیزوں میں سے ایک وزٹنگ کارڈ اٹھا کر

مسوارن کے چہرے کے قریب لے جاتا ہوا بولا۔ ”یہ کیا ہے؟“

وزٹنگ کارڈ پر بڑے حرفوں میں صرف ”لیونارڈ“ تحریر تھا۔

مسوارن نے ہاتھ پیر ڈال دیے۔ اگر سب انسپکٹر نے

اپنا داہنا بازو آگے نہ بڑھا دیا ہوتا تو وہ گری پڑی تھی۔ مسوارن

بے ہوش ہو چکی تھی۔

نے بارن اور سزوارز کی تصاویر شائع کی تھیں اور پوری خبریں یہ لطیفہ سب سے زیادہ دلچسپ تھا کہ کتوالی میں سزوارز اور لیونارڈ میں مارپیٹ تک کی نوبت آگئی تھی۔ بارن اس سے منکر تھا کہ وہ لیونارڈ ہے اور سزوارز باگلوں کی طرح چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ وہ لیونارڈ ہے اور وہ وزینگ کارڈ جو فریدی نے سزوارز کے دنیٹی بیگ سے برآمد کیا تھا اسی کا دیا ہوا تھا اخبارات میں یہ بھی تھا کہ کیپٹن حمید اجمی تک لاپتا ہے اور کرنل فریدی کا خیال ہے کہ اس کی گم شدگی میں دراصل لیونارڈ ہی کا ہاتھ تھا یہ اور بات ہے کہ ابھی تک اس نے اپنے لیونارڈ ہونے کا اعتراف نہیں کیا۔ لیکن محکمہ سراغ رسانی کو یقین ہے کہ وہ لیونارڈ ہی ہے کیونکہ وہ اس سے کافی حد تک مشابہ ہے۔ بعض معمولی سے فرق اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتے کہ وہ لیونارڈ نہیں ہے کیونکہ ایسے معمولی سے فرق پیدا کرنے پر ہر آدمی قادر ہو سکتا ہے۔ سزوارز کی لڑائی کے اغوا کا واقعہ بھی اسی سلسلے کی کوئی کڑی معلوم ہوتا ہے۔ آخر میں تھا کہ کرنل فریدی اب بھی مطمئن نہیں حالانکہ لیونارڈ گرفتار کیا جا چکا ہے، لیکن پھر انہیں کئی باتیں کھٹک رہی ہیں، جن کا تذکرہ انہوں نے اخبار نویسوں سے نہیں کیا۔ سزوارز کے متعلق تھا کہ اس نے ایک اہم انکشاف کیا ہے۔ لیونارڈ اس سے ایک کام لینا چاہتا تھا۔ اس نے شہر کی ایک معزز عورت جس کا نام محکمہ سراغ رسانی ظاہر نہیں کرنا چاہتا، کو بلیک میل کرنے کے لیے جال بچھایا تھا۔ اور اس سے ایک بہت بڑی رقم کا مطالبہ کر رہا تھا۔ پروگرام کے مطابق وہ رقم سزوارز ہی اس عورت سے وصول کر کے لیونارڈ تک پہنچاتی۔

*

لیڈی پرکاش کے ہونٹ پھنچے ہوئے تھے اور وہ تہہ آلود نظروں سے فریدی کو گھور رہی تھی۔ فریدی اسی کے ڈرائنگ روم میں تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے کچھ دیر قبل کوئی غصہ دلانے والی بات کہی ہو۔

"لیڈی پرکاش! آخر اب اس کا اعتراف کر لینے میں کیا حرج ہے؟"

"کرنل فریدی آپ ایک معزز آدمی ہیں درہمیری زبان سے آپ کچھ اور سنئے؟"

"جو کچھ بھی سنتا اس پر قطعی افسوس نہ ہوتا۔"

"آپ عجیب ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ بھی کافی مشغول آدمی ہوں گے۔"

"لیڈی پرکاش میں آپ سے اعتراف کرانے بغیر ہرگز واپس نہ جاؤں گا۔"

"کرنل فریدی! وہ پھر جھٹلا گئی۔ مجھے اس پر مجبور نہ کیجیے کہ میں آپ کے افسوسوں سے آپ کی شکایت کروں؟"

"اچھا۔ فریدی ایک طویل سانس لے کر بولا۔ اگر خود لیونارڈ ہی نے مقدمے کے دوران اس کا اعتراف کر لیا تو۔"

"اس وقت آپ کی کیا پوزیشن ہوگی؟"

"دیکھا جائے گا۔ وہ جلدی میں کہہ ہو گئی۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر بولی۔ کس بات کا اعتراف کرے گا؟"

"یہی کہ وہ آپ کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا؟"

"وہ کہنے ہی کیوں لگا جب کہ نہ میں اسے جانتی ہوں اور نہ وہ مجھے جانتا ہے۔"

"اس کے باوجود بھی وہ مایانا میں آپ سے ایک بڑی رقم وصول کر چکا ہے۔"

"کرنل صاحب! بس اب جائیے! میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔"

"اچھا فتم کیجیے! کیا آپ کے یہاں گراموفون ہے؟"

"کیا آؤٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہیں آپ؟"

"اگر ہو تو ذرا منگوا لیں۔ میں ایک ریکارڈ سن کر واپس چلا جاؤں گا۔ یہ میری آخری درخواست ہے۔ اور آپ تو مجھے اس طرح دیکھ رہی ہیں جیسے آپ کو میرے صحیح الدماغ ہونے میں شبہ ہو۔"

"واقعی کرنل! میں نہیں سمجھ سکتی۔ لیڈی پرکاش مسکرائی لیکن اس مسکراہٹ میں جھلکنا بہت زیادہ تھا۔"

"مجھے مایوس نہ کیجیے۔ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ لیڈی پرکاش تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی، پھر اس نے میز پر رکھی ہوئی کھنٹی کا ٹن دبایا۔ دوسرے ہی لمحے میں ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا۔

"گراموفون اٹھلاؤ! اس نے ملازم سے کہا۔ گراموفون آنے تک خاموشی رہی۔ ملازم نے گراموفون لا کر میز پر رکھ دیا۔ فریدی نے اپنے سینٹل سے ایک ریکارڈ منگوا لیا۔

لیڈی پرکاش حیرت سے فریدی کو دیکھ رہی تھی۔ نوکر جا چکا تھا۔ فریدی گراموفون پر ریکارڈ چڑھا کر لیڈی پرکاش کی طرف منظر آ۔

"ہیلو۔۔۔ لیڈی پرکاش! گراموفون سے کسی مرد کی آواز آئی۔

"جی ہاں! آپ کون ہیں؟ یہ لیڈی پرکاش ہی کی آواز تھی۔

مردانہ آواز ایک قہقہے کے ساتھ۔ دریا نے تیز کی پھیلوں میں سے ایک۔

"دیکھیے۔۔۔! میری درخواست منیے۔ لیڈی پرکاش کی آواز تھی۔ میں سر درست اتنی بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتی! رقم کیجئے۔"

"سر پرکاش! ارب پتی ہے۔" مرد کی آواز۔

"ٹھیک ہے! لیکن میں انہیں کیا بتاؤں گی؟ کیا بہانہ کروں گی؟ تین لاکھ بہت ہوتے ہیں۔"

"کوشش کرو اور نہ انجام تم جانتی ہو۔"

"میں سب کچھ جانتی ہوں۔ اچھانی الجھان مجھے معلوم کیجئے۔ میرے یہاں جھان ہیں۔ میں پھر جواب دوں گی۔ وہ

"اچھا۔ لیکن بہت جلد۔ میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔"

فریدی نے ساؤنڈ بکس اٹھا دیا۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ اور لیڈی پرکاش اس طرح ڈیلے ڈھالے انداز میں صوفے میں دھنسی ہوئی تھی جیسے اسے یقین ہو

کہ وہ تھوڑی دیر بعد مر جائے گی۔

"اب آپ کیا کہتی ہیں؟ فریدی نے کہا۔ لیڈی پرکاش صرختے ہوئے بھاگ کر رہ گئی۔

"مردانہ آواز کیپٹن حمید کی تھی۔ فریدی نے بے پرواہی سے کہا۔ دیکھیے، لگ کر ل۔ لیڈی پرکاش جلد پر راکرنے کی بجائے

اپنی پیشانی پر پسینے کی بوندیں خشک کرتے لگی۔

"میں آپ کی بدنامی پسند نہیں کروں گا۔ فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی نوبت ہی نہ آئے،

ورنہ آپ اس ریکارڈ کے صرختے تو واقف ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ اسے لیونارڈ کے مقدمے کے دوران میں عدالت میں پیش کیا جائے گا۔"

"اور۔ کرنل۔"

"لیکن نہیں! آپ کا مافی خواہ کچھ رہا ہو لیکن اب تو آپ باعزت طور پر زندگی بسر کر رہی ہیں۔ میں کہی یہ نہ چاہوں گا

کہ آپ سر پرکاش کی نظروں میں ذلیل ہو جائیں۔ اگر یہ ریکارڈ عدالت میں پیش کیا گیا تو مجبوراً آپ کو ان قابل اعتراض تصویروں اور خطوط کا تذکرہ کرنا پڑے گا، جو لیونارڈ کے قبضے میں ہیں اور جن کی قیمت وہ تین لاکھ طلب کر رہا ہے۔"

"پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میری مدد کیجئے۔"

"میں نے لیونارڈ کو گرفتار کر لیا ہے لیکن وہ اس بات کا اعتراف نہیں کرتا کہ وہ لیونارڈ ہے حالانکہ وہ لیونارڈ سے بہت کچھ مشابہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مشابہت کوئی قاصر بات نہیں۔ بہتیرے لوگ دوسروں سے مشابہ ہوتے ہیں۔"

"لیکن آپ کے پاس اس کی دوسری نشانیاں بھی تو ہوں گی۔ لیڈی پرکاش بولی۔ مگر فکر پر غم۔ میں وہ کیسے جھٹلائے گا؟"

"یہی تو مصیبت ہے۔ فریدی نے کہا۔ سب کچھ تھا لیکن اس نے اپنا کیس بیگ پہلے ہی دفتر سے غائب کر دیا تھا۔"

"غیر بہر حال۔ میں آپ کی مدد کیسے کر سکتی ہوں؟"

"اس نے رقم سیت آپ کو کہاں بٹلایا تھا اور آپ کو وہاں کب جانا ہے؟"

"کل رات کو جانا تھا۔ مگر وہ تو جیل میں ہے۔"

"کہاں جانا تھا؟"

"کنٹالی کے میڈان میں۔"

"تو آپ کل غرورہ جائے گا۔"

"کیوں؟ اب تو وہ جیل میں ہے۔"

"کسی سے کہیے گا نہیں۔ فریدی نے ملازدارانہ انداز میں کہا۔ وہ آج رات کو جیل سے فرار ہو جائے گا۔"

"میں آپ کی کوئی بات نہیں سمجھ سکتی۔"

"اور ہوا۔ میں اسے دوبارہ موقع ملا کہ پکڑنا چاہتا تھا۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"سمجھ گئیں نا۔ فریدی مسکراتے لگا۔"

لیڈی پرکاش ایک پنجھرات سے دو بجے تک کنٹالی کے سنسان علاقے میں لیونارڈ کا انتظار کرتی رہی، لیکن وہ نہیں آیا۔

آخر وہ تھک لاکر واپس آگئی۔ وہ اپنے ساتھ پوری رقم لے گئی تھی۔ دوسرے دن اسے ٹیلیفون پر پھر اسی آدمی کی خوفناک آواز سنائی دی جسے وہ کئی بار سن چکی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ میں وہاں موجود تھا! لیڈی پرکاش۔ لیکن مصلحتاً تم سے نہیں ملا کی تم بتا سکتی ہو کہ میری گرفتاری کی خبر سننے کے باوجود بھی تم وہاں کیوں آئی تھیں؟

"کیوں کہ میں لیونارڈ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ ایک بار لندن میں بیک وقت دس مدد لیونارڈ پیدا ہو گئے تھے۔ پھر میں نے دسوں کو پکڑ لیا لیکن اس کے باوجود بھی اس کی رسائی لیونارڈ

تک نہیں ہوتی؟
 "تم بہت عقلمند ہو! لیڈی پرکاش! چلو اس عقلمندی کے صلے میں میں ایک لاکھ معاف کرتا ہوں۔ تم صرف دہائی لاکھ لانا۔"
 "شکریہ!۔ مگر اس بار مجھے وہ تصویریں اور خطوط واپس بل جانے چاہئیں۔"

مطمئن رہیں ایسا ہی ہو گا۔
 "میں کیسے یقین کروں۔ پچھلی بار ویانا میں بھی تم نے مجھے دھوکا دیا تھا۔"

"اس بار ایسا نہیں ہو گا لیڈی پرکاش۔ مطمئن رہو۔"
 "تو پھر میں کب آؤں؟"
 "پہرےوں بارہ بجے رات کو۔"
 "اچھا میں آؤں گی۔"
 دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

لیڈی پرکاش نے کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر پینسل سے گھسیٹ دیا۔ "پہرےوں بارہ بجے رات کو؟ اور پڑنے کو مٹھی میں دبائے ہوئے عمارت کے اس حصے میں چل گئی جہاں کبوتر رکھے جاتے تھے۔ ایک کبوتر دوسروں سے الگ ایک پتھرے میں بندھا۔ لیڈی پرکاش نے اسے نکالا اور کاغذ کے پڑنے کو اس کے پیر میں پڑے ہوئے چھلے سے لگی ہوئی ایک نلکی میں ٹھونس دیا۔

یہ نامہ بر فریدی ہی نے اسے دیا تھا تاکہ وہ اسے حالات سے مطلع کرتی رہے۔ لیڈی پرکاش نے کبوتر کو فضا میں اچھال دیا۔ کبوتر نے بلند ہو کر عمارت کے گرد چکر لگایا اور پھر ایک طرف اڑتا چلا گیا۔ لیڈی پرکاش فریدی سے پورا پورا تعاون کر رہی تھی کیونکہ فریدی نے اس دن اسی کے سامنے نہ صرف وہ ریکارڈ توڑ دیا تھا بلکہ وعدہ کیا تھا کہ لیونارڈ کے پاس اس کے لیے بلیک میلنگ کا جو کچھ بھی سامان ہو گا کسی کو دکھائے بغیر ضائع کر دیا جائے گا۔

رات تاریک تھی۔۔۔ اور کٹالی کالتق و دوق میدان صددرب ڈراؤنا معلوم ہو رہا تھا لیکن ایک عورت اس رونگٹے کھڑے کر دینے والے ماحول میں بے خوف و خطر لیونارڈ جیسے خطرناک آدمی کا انتظار کر رہی تھی۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور کسی وقت بھی بارش ہو سکتی تھی۔ لیڈی پرکاش بارہ سے ایک تک انتظار کرتی رہی لیکن کوئی نہ آیا۔ آخر اسے سوچنا ہی پڑا کہ لیونارڈ کمال اندیشی سے کام لے رہا ہے۔ ہر طرح اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہے۔ ممکن ہے وہ

آج بھی نہ آئے۔ لیکن سارا میدان تو سنسان پڑا تھا۔ اگر فریدی دوبارہ لیونارڈ کی تاک میں ہے تو کم از کم وہ تو یہاں موجود ہی ہو گا۔ لیڈی پرکاش اپنی کار میں بیٹھ گئی۔ اس وقت حقیقتاً اس کے پاس دو لاکھ کی رقم بڑے نوٹوں کی شکل میں موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے یہ سوچ کر خوف محسوس ہونے لگا کہ کہیں کوئی دوسرا ہی اسے نوٹ لے لے۔ لیڈی پرکاش نے بے تحاشا کار اسٹارٹ کی اور پوری تیز رفتاری سے اسے سڑک تک لائی۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔ وہ رفتار تیز کرتی جا رہی تھی۔ اچانک اس نے محسوس کیا کہ ایک دوسری کار بھی بالکل اسی کار کے برابر چل رہی ہے۔ لیڈی پرکاش کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"لیڈی پرکاش! دوسری طرف کی کار سے آواز آئی۔ بونے والا لہجے کے اعتبار سے انگریز معلوم ہوتا تھا اور اس نے اسے انگریزی ہی میں مخاطب کیا تھا۔
 "ہاں میں ہوں۔ لیڈی پرکاش بھی ہوئی آواز میں بولی۔
 "گاڑی روک دو۔ میں مطمئن ہوں۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔
 لیڈی پرکاش نے رفتار کم کر دی۔

دعوتِ شب

میکنا مارا، ڈینش سرجن کی کلینک میں سرجری والی کرسی پر بیٹھ کر اپنے نوٹ گننے لگا تو ڈاکٹر نے کہا "چنگی اور ایگی کی عزت نہیں ہے جناب!"
 "میں جانتا ہوں ڈاکٹر! میکنا مارا نے سنجیدگی سے کہا۔ مگر اس سے پہلے کہ میں وائٹ ننگلے سے بے ہوش ہو جاؤں، اپنی رقم گن لینا ضروری سمجھتا ہوں۔"

ضروری حدایت

گنگا رام پہلی مرتبہ ایک ماہر نفسیات کے پاس گیا اور کہنے لگا "اکثر اوقات میری یادداشت بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ اس بارے میں آپ کی کیا ہدایات ہیں؟"
 "بس ایک ہی ہدایت ہے کہ میری فیس چنگی ادا کر دیا کرو۔"

"اندر کی لائٹ بجلا دو۔ دوسری کار سے آواز آئی۔
 لیڈی پرکاش نے اپنی کار کے اندر روشنی کر دی اور پھر بریک لگا کر انجن بند کر دیا۔ دوسری کار بھی رُک گئی اور اس پر سے ایک آدمی اُترا۔

"رقم کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔
 لیڈی پرکاش نے پچھلی سیٹ پر پڑے ہوئے چمڑے کے تھیلے کی طرف اشارہ کیا۔
 اس نے اسے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"مٹھرے! لیڈی پرکاش بولی۔ میری چیزیں میرے پیر دیکھیے! لیکن وہ پچھلی سیٹ سے تھیلہ اٹھا چکا تھا۔ اس نے اسے اپنی کار میں ڈالتے ہوئے کہا۔ لیڈی پرکاش! میرے پاس سب کچھ محفوظ ہے۔ اسی جلدی بھی کیا؟ میں ابھی یہاں بہت دنوں تک قیام کروں گا۔" اور لہجے بدستور بلیک میل کرتے رہو گے۔

"نہ! نہ! ہرگز نہیں لیڈی پرکاش۔ تم بہت معزز عورت ہو۔ میں نے مجبوراً تمہیں تکلیف دی ہے۔ اب میں تمہارا دوست ہوں! آئندہ ہم دوستوں کی طرح ملیں گے اور تم آؤ گے چنے چھتوں میں میرا تعارف کرواؤ گی۔"

"میں سمجھی۔ لیڈی پرکاش ایک طویل سانس لے کر بولی۔
 "یعنی مجھے چار بار بنا کر دوسروں کو شکار کر دے گے اور میں مجبوراً تمہارا آلہ کار بنی رہوں گی؟"

"تم بہت ذہین ہو! لیڈی پرکاش! اچھا شب بخیر۔
 بہت جلد تم سے ایک معزز آدمی کی حیثیت میں تمہارے گھر ہی پر ملاقات کروں گا۔"

"مٹھرہ! پیارے! قریب ہی سے ایک تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی اور لیونارڈ بیساختہ اچھل کر مڑا۔ لیڈی پرکاش کی کار کی اسپرنگ کے قریب ایک آدمی کھڑا تھا۔ لیکن تاریکی کی وجہ سے پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔

"میرے ہاتھ میں ریوالتور ہے۔ لیونارڈ رنگ: نووارد بولا۔ اور اس کا رخ تمہاری ہی طرف ہے۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو! لیڈی پرکاش نے فریدی کی آواز صاف پہچان لی اور اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

لیونارڈ نے دیواروں کی طرح فریدی پر چھلانگ لگائی۔ فریدی بڑی جھرتی سے نیچے ہٹ گیا اور لیونارڈ ڈھنڈے کے بل نیچے چلا آیا۔ فریدی نے آگے بڑھ کر اپنا ایک پیپر لیونارڈ کی پشت پر رکھ دیا۔

"تم جھانکی طور پر زیادہ طاقت مد نہیں ہو۔ لیونارڈ فریدی نے پوسکون لہجے میں کہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے اپنے اس جھلے پر شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ اس کی ٹانگ اب لیونارڈ کی گرفت میں تھی اور وہ خود زمین پر پڑتا۔

لیونارڈ کسی پاگل کتے کی طرح فریدی کو بھنبھوڑ رہا تھا۔ اچانک اس کی گردن فریدی کی گرفت میں آ گئی اور ساتھ ہی ایک گھونے نے جو اس کی ٹانگ پر پڑا اسے بدحواس کر دیا۔ پھر لیڈی پرکاش نے ایک دل ہلا دینے والا منظر دیکھا۔ وہ ہاتھ میں مارچ لیے ان دونوں پر روشنی ڈال رہی تھی۔

"لیونارڈ! فریدی اس کی ٹانگ مروڑتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "اب تم کبھی جیل خانے سے نہیں بھاگ سکو گے۔"
 لیونارڈ کی چیخ دُور تک سنائی دے رہی تھی۔ پھر دوسری چیخ اور اس کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا۔ فریدی نے اس کے دونوں پیر گھٹوں سے اُتار دیے تھے۔

"لیڈی پرکاش! فریدی سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "میں آپ کا مشکور ہوں۔"

"کیا آپ نے اس کے دونوں پیر توڑ دیے ہیں؟"
 "ہاں لیڈی پرکاش اور اب زندگی بھر پیروں کے بل کھڑا نہ ہو سکے گا۔ میں اپنے دشمنوں کو جان سے نہیں مارا کرتا۔ میرا کرنے سے انتقام کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔"

"انتقام کیا پچھلے دنوں آپ پر اسی نے حملہ کیا تھا؟"
 "ہاں! اس کے علاوہ اور کون کرتا؟ اس کی گاڑی سے اپنا تھیلہ اٹھا لیجیے۔ اچھا شب بخیر۔ آپ کی چیزیں حاصل ہوتے ہی آپ تک پہنچا دی جائیں گی۔ مطمئن رہیے۔ کسی کو ان کی ہوا بھی نہ گھنے پائے گی۔ اچھا ٹانٹا۔"

لیڈی پرکاش نے لیونارڈ کی کار سے تھیلہ اٹھا لیا اور چند لمحوں کی فریدی کو دیکھتی رہی اور پھر اپنی کار میں بیٹھتی ہوئی بولی۔ "میں مرنے دم تک آپ کی احسان مند ہوں گی۔"

"اس کی مزدورت نہیں لیڈی پرکاش! فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔"

لیڈی پرکاش کی کار فرار ہوتی ہوئی اندھیرے میں غائب ہو گئی۔

یاد کیا تماشا بنا رکھا ہے تم نے؟ ڈی۔ آئی۔ جی فریدی پوچھا گیا۔

"کہنے لیونارڈ پکڑو گے؟" اسے سوتے سے اٹھ کر نا پڑا

تھا۔ رات کے تین بجے تھے۔

”اب ایک بھی نہیں پکڑوں گا۔ جناب یہ آخری تھا۔“
”آخر یہ ہے کیا؟ ایک کو تم نے جیل میں مٹوٹس رکھا ہے اور اب یہ دوسرا۔ جب تمہیں یقین نہیں تھا تو تم نے بارن کو خواہ مخواہ کیوں ذلیل کیا؟ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ وہ ٹھکے پر مقدمہ قائم کر دے گا۔ سفارتی پیمانے پر ہمارے خلاف کارروائی ہوگی۔“
”اگر بارن نے اس کی جرأت کی تو میں اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔“ فریدی نے کافی سفیدگی سے کہا اور ڈی۔ آئی۔ جی ہتھے سے اٹھ گیا۔

”غیر ذمے دارانہ گفتگو سے پرہیز کیا کرو۔“
”میں ٹھیک عرض کر رہا ہوں۔ فریدی مسکرایا۔ ”بے چارا حمید ہر حال میں بے چارہ ہے، جس طرح دل چاہے اسے اتھل کیجیے۔“
”بارن دراصل آپ کا پڑانا خادم حمید ہے۔ کچھ دن تک میں نے بھی بارن کا رول ادا کیا ہے اور اس مخصوص موقع کے لیے حمید پر بارن کا میک آپ کر دیا تھا۔“
”میں کچھ نہیں سمجھا۔“

شروع سے عرض کرتا ہوں۔ فریدی نے کہا اور اپنی جیبیں متول کر رہ گیا۔

”ادہ۔ سنگھ لو سنگار۔“ ڈی۔ آئی۔ جی مضطربانہ انداز میں بولا۔
”تمہارے لیے اجازت ہے۔ تم میرے سامنے سنگار پڑ گئے ہو۔ بہت پہلے کہ چکا ہوں اور بیان جاری رکھو۔“
”شکریہ۔“ میں نے آٹھ گھنٹے سے سنگار نہیں پایا۔ فریدی سنگار سنگھ کا بھو بولا۔ اس نے دو تین کبھی لیے اور پھر بولا۔ ”مجھ میں نہیں آتا کہ یہ داستان کہاں سے شروع کروں؟ ویسے اگر میں اتنا پیچیدہ راستہ نہ اختیار کرتا تو لیونارڈ تک پہنچنا محال ہو جاتا۔ لیکن اس وقت یہ اس طرح پکڑا گیا ہے، جیسے کوئی چڑھا چھبے دان میں آچھسے۔ بہر حال لیونارڈ کے کیس بلیک سے اس داستان کا آغاز ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ریکارڈ ڈوم سے اپنا کیس بلیک غائب کر دینے کے بعد ہی سے اس نے مجھ پر حملے شروع کیے تھے۔ کیس بلیک غائب کرانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ لیونارڈ کی بارانہ صرف ان ایجنٹوں سے رابطہ قائم کرے جن تک میری پہنچ نہیں ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ مجھے جن ایجنٹوں کا علم تھا میں نے ان کا حوالہ اپنی رپورٹ میں دیا تھا اور رپورٹ کیس بلیک میں محفوظ تھی لیکن دو تین نام ایسے بھی تھے جن کا حوالہ دنیا بھول گیا تھا۔

لیونارڈ ان ہی لوگوں سے اس بار کام لیتا رہا ہے۔ وہ کل تین تھے۔ ان میں سے ایک کیو اس ہوٹل میں قتل کر دیا گیا اور بقیہ دو کو اس وقت تک سار جینٹ ریٹش نے گرفتار کر لیا ہوگا۔ لیونارڈ کے گرد اپنا جال مضبوط کرنے کے لیے مجھے بہت کچھ کرنا پڑا ہے۔ اس کا جواب جینٹ کیو اس میں قتل کیا گیا تھا اسی نے مجھ پر اس لڑکی گلو ریا کے فلیٹ سے گولی چلائی تھی اور پھر اُسے گلو ریا نے اس کی غیر معمولی قسم کی انگلیوں کی وجہ سے پہچان لیا۔ لیونارڈ کو شاید اس کی خبر ہو گئی اور اس نے اُسے قتل ہی کر دیا۔ کیو اس ہوٹل کے جس کمرے میں اس کی لاش پائی گئی تھی وہاں لیونارڈ کا ایک دوسرا ایجنٹ مقیم تھا اور اس کے متعلق مجھے شبہ تھا کہ وہ لیونارڈ کی قیام گاہ سے واقف ہے لہذا میں بہت قریب سے اس کی نگرانی کرتا رہا۔ دوسری طرف ایک دوسرے چکر میں بھی تھا۔ ایک یہ تھی کہ میں ایک دوسرا لیونارڈ بھی پیدا کروں جو لیڈی پر کاش سے رقم وصول کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے لیے میں نے دیدہ و دانستہ لیونارڈ کی ایک ایسی ایجنٹ عورت کا انتخاب کیا جس کا حوالہ میں اپنی رپورٹ میں دے چکا تھا۔ مسز وارنر اور پھر میں اس سے بڑے ڈرامائی انداز میں ملا۔ میں بارن کے میک آپ میں تھا۔ یعنی میں نے قریب قریب خود کو لیونارڈ کا ہشکل بنالیا تھا۔ پھر میں نے مسز وارنر کو یقین دلایا کہ میں ہی لیونارڈ ہوں۔“

فریدی نے وہ طریقہ بتایا جس سے اس نے مسز وارنر سے تعارف حاصل کیا تھا اور ڈی۔ آئی۔ جی بے اختیار مسکرا پڑا۔
فریدی نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”میں دراصل اُس دن دو مختلف قسم کے جال بچھانا چاہتا تھا۔ ایک تو جینٹیت بارن مسز وارنر سے تعارف حاصل کرنا اور دوسرا وہ اور زیادہ دلچسپ ہے لیکن حمید کا موڈ پٹنے کے بعد بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا اس لیے اُس نے میرے بتائے ہوئے دوسرے کام پر اسی وقت لغت بھیج دی۔ ورنہ شاید لیونارڈ اسی رات کو پکڑ لیا گیا ہوتا۔ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ کیو اس ہوٹل والے ایجنٹ پر مجھے شبہ تھا کہ وہ لیونارڈ کے ٹھکانے سے واقف ہے۔ دوسرا طریقہ جو میں نے اختیار کرنا چاہا تھا۔ اگر حمید نے اُس پر اسی رات حمل کر دالا ہوتا تو وہ ایجنٹ لیونارڈ کے پاس جانے پر مجبور ہو جاتا اور میں اس کا تعاقب کر کے لیونارڈ تک پہنچ جاتا۔“

فریدی نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد مینڈکوں کے پیچھے والا لطیفہ دہرایا۔

”لیکن اس بے ٹکی حرکت کا مقصد؟“ ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔

”یہ عمدہ تاج بے ٹکی ہی حرکتیں کرتا ہوں۔“ فریدی کا لہجہ قدرے ناخوشگوار ہو گیا، لیکن اس نے فوراً ہی خود کو سنبھال کر ہنسنے ہوئے کہا۔ ”کیو اس کے مالک کو صفائی کا خطبہ اور وہ اس کے میز پر گھنٹیاں ٹیک کر بیٹھا ہے کہ بعض اوقات دُور سے دیکھنے پر پہلی نظر میں کوئی بہت بڑا مینڈک معلوم ہوتا ہے۔ لیونارڈ کا ایجنٹ اُسے مینڈک کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔ ایک بار دونوں میں اسی بات پر جھگڑا بھی ہو گیا تھا۔ میں نے یہ ماجرا دیکھ کر ہی وہ ایک مہربان کی تھی۔ بہر حال ادھر مینڈکوں والا جھگڑا مر رہا تھا اور ادھر میں نے لیونارڈ کے ایجنٹ کو فون کیا لیکن جواب نہ ملا۔ تدبیر یہ تھی کہ میں اُسے اس جھگڑے کی اطلاع دیتے ہوئے بتاؤں کہ شہزاد پھرانے کس کے کمرے کی طرف آ رہا ہے۔ اُسے شبہ ہے کہ پیچھے میں مینڈک وہی لایا ہے میں اُسے یہ بھی بتاتا کہ میں بھی اسی ہوٹل کا ایک کرائے دار ہوں اور نہیں جانتا کہ اُسے کوئی گوند پیچھے پھر وہ جس راستے سے بھی نکل کر جاتا اُس کی مدد پھر حمید سے مندرجہ ہوتی۔ ویسے بے چارے حمید کو ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ مینڈکوں والی حرکت کا مقصد کیا تھا؟ لیکن وہ ایک کام دہری۔ میرا خیال ہے کہ وہ حمید کو وہاں دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ اسی کی حرکت ہوگی اور پھر بدحواسی میں وہ لیونارڈ کی قیام گاہ ہی کا رخ کرتا۔“

”لیکن خود کو لیونارڈ پکڑ کر نہیں کیا مصلحت تھی؟“
”مقصد محض یہ تھا کہ لیونارڈ کو ذہنی انتشار میں مبتلا کیا جا سکے۔ مسز وارنر کے ذریعے میں نے تھوڑی سی بلیک میلنگ بھی کی ہے اور مسز وارنر میرے ہی کہنے پر لیڈی پر کاش کے گرد منڈلاتی رہی ہے۔ میں نے بحیثیت لیونارڈ شہر کے بعض چھپنے ہوئے بد معاشوں سے بھی رابطہ قائم کر رکھا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لیونارڈ کے دونوں ایجنٹ میرے چکر میں رہنے لگے اور لیونارڈ کی توجہ کچھ دلوں کے لیے فریدی کی طرف سے ہٹ گئی اور پھر اُس کے ایجنٹوں نے کئی بار فریدی کو بھی نقلی لیونارڈ کے نیگے کے اُس پاس منڈلاتے دیکھا اور پھر آہٹوں نے ایک دن یہ بھی دیکھا کہ نقلی لیونارڈ یا بارن نے ایک دن اپنے بد معاشوں کی مدد سے کیپٹن حمید اور وارنر کی لڑکی کو اغوا کر لیا اور یہ بات بھی لیونارڈ کے فون میں آئی کہ مسز وارنر نے اسی لڑکی کے اغوا کے الزام میں حمید کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہے۔ لیونارڈ سچ جھجھکلا گیا۔ اُس نے میری طرف سے بالکل توجہ ہٹائی اور سارا زور بارن پر صرف کرنے لگا۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں نقلی لیونارڈ لیڈی پر کاش والی رقم پر نہ ہاتھ صاف کر جائے۔ پھر جب حمید کو میں نے بارن بنا کر جیل خانے میں پہنچا دیا تو

لیونارڈ کو ایک گونہ اطمینان ہوا اور اُس نے پہلے مجھ سے گفتگو کی بجائے یہی بہتر سمجھا کہ لیڈی پر کاش سے جتنی جلدی ہو سکے رقم وصول کرے اور پھر جناب آپ کا یہ خادم دوبارہ مرتے مرتے بچا ہے۔“ فریدی خاموش ہو کر مسکراتے لگا۔

”کیوں؟ کیسے؟“ ڈی۔ آئی۔ جی کے لہجے میں حیرت تھی۔
”کسی کارکی اسپین میں دو تین گھنٹے تک بند رہنے کا اتفاق ہوا ہوتا تو آپ صحیح اندازہ کر سکتے۔ میں دو راتیں اسی قسم کی حرکت کر چکا ہوں۔ لیڈی پر کاش کی اسپین میں گھس کر لیونارڈ اور وہ بھی اس طرح کہ لیڈی پر کاش کو خبر نہ ہو۔ وہ لیونارڈ کی مطلوبہ رقم لے کر کٹالی کے میدان میں گئی تھی۔ پہلی رات لیونارڈ نے اس کے قریب آنے کی ہمت نہیں کی اور اُسے لیڈی والیں آنا پڑا۔ غالباً لیونارڈ نے دیکھا کہ ہنگامہ کہیں پولیس بھی تو کٹالی کے میدان سے دلچسپی نہیں لے رہی ہے اور رات وہ اچھی طرح اپنا اطمینان کر لینے کے بعد لیڈی پر کاش سے ملا لیکن اس کی موت لیڈی پر کاش اپنے ساتھ لیے پھر رہی تھی۔ میں نے لیڈی پر کاش کی کارکی اسپین سے نکل کر لیونارڈ پر حملہ کر دیا۔ یہ ہے پوری داستان۔“

”اور اس بار پھر تم نے تنہا ہی سب کچھ کرنے کی کوشش کی تھی؟“
”مجبوری تھی جناب کسی کارکی اسپین اتنی بڑی نہیں ہوتی کہ اس میں بیک وقت دو آدمی سما سکیں اور پھر بھارت کا انجام تو آپ جانتے ہی ہیں۔ پولیس کی مدد سے میں اُسے لاکھ برس بھی گرفتار نہ کر سکتا۔“
فریدی خاموش ہو گیا۔ اچانک ایک سرکاری ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔

”اس کے دونوں پیر شاید ہمیشہ کے لیے بے کار ہو گئے ہیں اور اس طرح اٹھ کر سے ہیں کہ ٹھکانا قریب قریب ناممکن ہے۔ شاید اب وہ پیروں کے بل کھی کھڑا نہ ہو سکے۔“
ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر فریدی مسکرا کر بولا۔

”اب لیونارڈ خود ہی عدالت سے پھانسی کی استدعا کرے گا۔ شاید وہ اپنا جج ہو کر زندہ رہنا پسند نہ کرے۔“
فریدی خاموش ہو کر فرش کی طرف دیکھنے لگا۔
ڈی۔ آئی۔ جی نے اس پر ایک اُچھٹی سی نظر ڈالی اور نہ جانے کیوں خود بخود کانپ کر رہ گیا۔

